بہارستانِ اُردو

(اُردو کی ساتویں کتاب)

دی جموں و کشمیر بورڈ آف اسکول ایجوکیشن

Reprint Edition Dec. 2023

★ ناشر کی پہلے سے اجازت حاصل کئے بغیر اس کتاب کے کسی بھی حصے کو دوبارہ پیش کرنا، یادداشت کے بازیافت کے سسٹم میں اس کو محفوظ کرنا یا برقیاتی، میکانکی، فوٹو کاپینگ، ریکارڈنگ کے کسی بھی وسیلے سے ترسیل کرنا منع ہے۔
★ اس کتاب کو اس شرط کے ساتھ فروخت کیا جا رہا ہے کہ اسے ناشر کی اجازت کے بغیر اس شکل کے علاوہ، جس میں یہ چھاپی گئی ہے یعنی موجودہ جلد بندی اور سرورق میں تبدیلی کر کے تجارت کے طور پر نہ تو مستعار دیا جا سکتا دوبارہ فروخت کیا جا سکتا ہے، نہ کرایہ پر دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی تلف کیا جا سکتا ہے۔
★ کتاب کے اس صفحہ پر جو قیمت درج ہے وہ اس کتاب کی صحیح قیمت ہے، کوئی بھی نظرثانی شدہ قیمت چاہے وہ مہر کے ذریعے یا چپپی یا کسی اور ذریعے ظاہر کی جائے، وہ غلط متصور اور ناقابلِ قبول ہوگی۔

نگران پروفیسر سدھیر سنگھ (ڈائریکٹر اکیڈمکس)

مؤلفین بنیادی ایڈیشن

پروفیسر محمد زمان آزردہ، پروفیسر ظہور الدین، بشیر احمد ڈار

ترمیم شدہ ایڈیشن

ڈاکٹر عبدالرشید خان
(ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈگری کالج بیروہ)

ڈاکٹر جوہر قدوسی
(ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج پانپور)

ڈاکٹر عبدالحق نعیمی
اسسٹنٹ پروفیسر، ڈگری کالج تھنہ منڈی

پروفیسر اسداللہ وانی
پروفیسر شعبۂ اُردو، جموں یونیورسٹی

ڈاکٹر غلام نبی حلیم
(ماسٹر گورنمنٹ ہائر اسکینڈری خانصاحب، بڈگام)

محترمہ نزہت شاہ
اکیڈیمک آفیسر

جناب ساسا رام
(لیکچرار گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول مبارک منڈی جموں)

جناب عبدالاحد پرے
(ریٹائرڈ ماسٹر)

تجزیہ کمیٹی (2024)

۱۔ ڈاکٹر کوشل کرن، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج، بشناہ، جموں
۲۔ ڈاکٹر جے وردھن، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج (ومن) پریڈ، جموں
۳۔ ڈاکٹر اپفان علی، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج، ریاسی، جموں
۴۔ ڈاکٹر بلبیر، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج (ومن) گاندھی نگر، جموں
۵۔ ڈاکٹر وجے کمار، سینئر لیکچرر، گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول، جھلاکا محلہ، جموں

فہرست

H2X085

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	5
۱۔	ترانۂ وحدت .... (نظم)	7
۲۔	ماحولیاتی توازن : کیوں اور کیسے (نثر)	11
۳۔	اخلاقِ نبوی ﷺ .... (نثر)	20
۴۔	نعت .... (نظم)	29
۵۔	بھلے اور بُرے کی پہچان .... (نثر)	33
۶۔	شری رام چندر جی .... (نثر)	37
۷۔	قلم .... (نظم)	42
۸۔	شاہِ ہمدانؒ .... (نثر)	47

۹۔	ڈاک کا انوکھا ٹکٹ.................(نثر)	56
۱۰۔	شکر گزاری .... (نظم)	58
۱۱۔	تین کہانیاں .... (نثر)	63
۱۲۔	سرینگر سے کرگل تک .... (نثر)	68
۱۳۔	نیوٹن کا کارنامہ.................. (نثر)	77
۱۴۔	بُرزہامہ کی تاریخی اہمیت ...... (نثر)	85
۱۵۔	ہمارا وطن .... (نظم)	92
۱۶۔	سائنس اور جنگ .... (نثر)	96
۱۷۔	کشمیر کے دلکش باغات .... (نثر)	101
۱۸۔	آدمی نامہ..............................(نظم)	112
۱۹۔	اولمپک کھیل .... (نثر)	116

پیش لفظ

اردو ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی آئینہ دار ہے۔ اردو کے مراکز میں جموں و کشمیر زبردست اہمیت کا حامل ہے۔ جموں و کشمیر کی سرکاری زبان ہونے کے علاوہ اردو یہاں پر رابطے کی سب سے بڑی زبان ہے۔ بیسویں صدی کے شروع سے ہی یہاں پر درس و تدریس کا کام اردو میں شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔ اردو زبان کی درس و تدریس کے معقول انتظامات یہاں کے ہر اسکول میں اور ہر سطح پر موجود ہیں۔ اس زبان میں موجود نصابی کتابوں کو جدید تدریسی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے جموں و کشمیر بورڈ آف اسکول ایجوکیشن نے ''۲۰۰۸'' میں ''بہارستانِ اردو'' کے نام سے ایک نیا کتابی سلسلہ اول سے بارہویں جماعت تک متعارف کیا۔ ان کتابوں کو جدید تعلیمی اور تدریسی تقاضوں کے مطابق تیار کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ تاہم قومی سطح پر تمام ریاستوں اور مرکز کے زیرِ انتظام علاقوں میں یکساں تعلیمی پالیسی اور نصاب رائج کرنے کے لئے این، سی، ای، آر، ٹی اور دوسرے متعلقہ مرکزی اداروں کی طرف سے نئے اصول وضع ہوتے رہتے ہیں۔ اُردو کی درسی کتابوں کو ان اصولوں اور وقتی ضرورتوں کے عین مطابق ڈھالنے کے لئے بورڈ اپنی کتابوں پر مسلسل نظرِ ثانی کرتا رہتا ہے۔ اس سلسلے میں بورڈ میں ہر سال ورکشاپ منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ ان ورکشاپوں میں جموں و کشمیر کے مقتدر تعلیمی، نصابی اور لسانی ماہرین اور اساتذہ کی خدمت سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ کتابوں کو آموزشی ماحصل کی دستاویز اور تعمیریت کے اصول کے علاوہ نئی تعلیمی پالیسی کے معیار پر استوار کرنے کے لئے اِن کا از سرِ نو جائزہ لیا گیا۔ ایس، سی، ای، آر، ٹی اور قومی سطح کے ماہرین کی آراء کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے ''بہارستانِ اردو'' کی تدوینِ نو کی گئی ہے۔

تحتانی درجے کے بچوں کی ضرورتوں کے پیشِ نظر اس کتاب کو ٹھوس اور مسلمہ لسانی بنیادوں پر تیار کیا گیا ہے۔ کتاب میں جملوں کی ساخت، اجزائے کلام، بنیادی لفظوں کے معنی، صحتِ تلفظ اور صحتِ املاء پر توجہ دی گئی ہے تاکہ طلباء میں درجے کے معیار کے مطابق زبان کی فہم اور مہارت پیدا ہو۔ سننے اور بولنے کے علاوہ پڑھنے اور لکھنے

کی مہارتوں کے ساتھ ساتھ قواعدِ زبان سکھانے میں بھی یہ کتاب کارآمد ثابت ہوگی۔

کتاب کو دورِ حاضر کی تعلیمی ضرورتوں کے پیشِ نظر ترتیب دیتے ہوئے قومی، سماجی اور اخلاقی اقدار کو ملحوظِ نظر رکھا گیا ہے۔ کتاب میں مقامی رنگ و آہنگ کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور آفاقی قدروں کی طرف بھی دھیان دیا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب طالب علموں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگی۔

میں اُن سب ماہرینِ تعلیم، اساتذہ اور دیگر حضرات کا ممنون ہوں جنھوں نے اس کتاب کی تیاری میں کسی بھی قسم کا تعاون دیا اور اپنے زریں مشوروں سے ہمیں نوازا۔ میں خصوصی شکریہ کا حقدار بنیادی ایڈیشن کے مؤلفین کو سمجھتا ہوں، جن کی وجہ سے یہ کتاب آج قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ ڈائریکٹر اکیڈمکس ڈاکٹر سدھیر سنگھ اور اُن کی پوری ٹیم کا بے حد مشکور ہوں جن کی لگاتار کوششوں سے یہ کتاب منظرِ عام پر آئی اور وقتاً فوقتاً اس کی نوک پلک سنورتی رہی۔

ڈاکٹر عارف جان (ڈپٹی ڈائریکٹر اکیڈمکس) اور شاکر شفیع (سینئر لیکچرر اردو) خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جو ۲۰۰۸ سے مسلسل ان کتابوں کی تیاری اور نظرِ ثانی میں پیش پیش رہے ہیں۔ کتاب کے معیار کو اعلیٰ سے اعلیٰ تر بنانے کے سلسلے میں کسی بھی قسم کی تجاویز اور آراء کا احترام کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔ ہم آپ کی آراء اور تجاویز کے منتظر رہیں گے۔

پروفیسر پریکشت سنگھ منہاس
چیئرمین
بورڈ آف اسکول ایجوکیشن

ترانۂ وحدت

ہر ذرّے میں ہے ظہور تیرا
ہے برق و شرر میں نُور تیرا

افسانہ ترا جہاں تہاں ہے
چرچا ہے قریب و دُور تیرا

گاتے ہیں شجر ہوا میں کیا کیا
دم بھرتے ہیں سب طیور تیرا

تو جلوہ فگن کہاں نہیں ہے
وہ جا نہیں، تُو جہاں نہیں ہے

تاروں میں چمک دمک تری ہے
جو رعد میں ہے کڑک تری ہے

ہر غنچے میں ہے ترا تبسم
ہر گُل میں بھری مہک تری ہے

کہتی ہے کلی کلی زباں سے
میری بہن یہ چٹک تری ہے

تلوک چند محرومؔ

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
ترانہ	:	گیت
وحدت	:	یگانگت۔ یکتائی۔ اتفاق

ظہور	:	ظاہر ہونا	گُل	:	پھول
برق	:	بجلی	غُنچہ	:	کلی
شرر	:	چنگاری	چٹک	:	ٹوٹنے کی آواز (کھِلنا)
جہاں تہاں	:	ہر جگہ	چمن	:	باغ
افسانہ	:	قصّہ۔ ذکر	جلوہ فگن	:	جلوہ دکھانے والا
شجر	:	درخت	رعد	:	گرج۔ بجلی کی کڑک
طیور	:	طائر کی جمع۔ پرندے	تبسم	:	مسکراہٹ

۲......سوالات:

۱۔ نظم میں ''ترا'' اور ''تری'' کس کے لیے استعمال ہوا ہے؟

۲۔ شجر، شرر اور غنچے کے علاوہ شاعر نظم میں اور کن کن چیزوں میں خدا کے جلوے دیکھتا ہے؟

۳۔ نظم میں آسمان اور چمن سے متعلق کن کن چیزوں کا ذکر ہوا ہے؟

۳......جانیے اور لکھیے :

۱۔ جو نظم خدا کی تعریف میں لکھی جائے، اُسے حمد کہتے ہیں۔

۲۔ جس نظم میں حضرت محمد ﷺ کی تعریف کی گئی ہو، وہ نعت کہلاتی ہے۔

۳۔ ظہور، نور، دُور ایک سی آواز پر ختم ہوتے ہیں۔

کڑک، مہک، چٹک ایک سی آواز پر ختم ہوتے ہیں۔

شاعری میں ایک سی آواز پر ختم ہونے والے الفاظ کو قافیہ کہتے ہیں۔

اس نظم میں موجود چھ ہم آواز لفظوں کی نشاندہی کیجیے!

۴......خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

۱۔ ہے برق وشرر میں .... تیرا

۲۔ دم بھرتے ہیں سب .... تیرا

۳۔ جو رعد میں ہے .... تری ہے

۴۔ ہر گُل میں بھری مہک .... ہے

۵......یاد کیجیے:

اس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

ماحولیاتی توازن: کیوں اور کیسے؟

ہمارے اِردگرد جو ہوا، پانی، پیڑ پودے اور سینکڑوں قسم کے جاندار ہیں، یہی ہمارا ماحول کہلاتے ہیں۔ ان سب کا آپس میں گہرا تعلق ہے، اگر ان میں سے کسی بھی ایک عُنصر میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے، تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے اور اس کا ہم سب پر براہِ راست اثر پڑتا ہے۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ آج کل مختلف قسم کی بیماریاں کیوں وبائی صورت اختیار کر گئی ہیں۔ کینسر کی بیماری کیوں اس قدر عام ہو گئی ہے۔ دل کے مریضوں کی تعداد کیوں بڑھ گئی ہے۔ لوگوں کو سانس کی تکلیف کیوں ہو رہی ہے۔ موسموں کا چلن کیوں بگڑ گیا ہے۔ گرمیاں کیوں شدید ہو گئی ہیں۔ جاڑے میں برف

باری کیوں کم ہوگئی ہے۔ دریاؤں کا پانی کیوں اُتھلا اور گدلا ہوگیا ہے۔ شفاف پانی کے چشمے اب کیوں سوکھ گیے ہیں۔ ان سب کی وجہ بس یہی ہے کہ ماحول کے مختلف عناصر میں جو ایک قدرتی توازن تھا، وہ اب بگڑ گیا ہے اور اس کے لیے ہم سب ذمہ دار ہیں۔

پچھلی ایک ڈیڑھ صدی میں انسانی آبادی جس رفتار سے بڑھی ہے، اُسی رفتار سے انسان کی ضرورتیں بھی بڑھ گئیں۔ ان بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے پیداوار بڑھانے کی کوششیں بھی تیز تر ہوتی گئیں۔ اسی مناسبت سے ہر طرح کے قدرتی وسائل پر دباؤ بھی بڑھتا گیا۔ صنعتی انقلاب نے انسان کو مشینوں سے روشناس کرایا، جن کی مدد سے ہماری پیداواری صلاحیت کئی گُنا بڑھ گئی اور اس طرح سے ہماری بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورتیں پوری ہوگئیں۔ لیکن پیداوار کو بڑھانے کے لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ خام مال کو استعمال کرنا پڑا۔ زیادہ اناج اُگانے کے لیے ہم نے زیادہ سے زیادہ زمین کو زیرِ کاشت لایا۔ اس زمین کو حاصل کرنے کے لیے ہم نے جنگلوں کے جنگل صاف کر دیے۔ اسی طرح کارخانے لگنے سے گرد و پیش کے وسائل پر بھی دباؤ پڑا۔ مثلاً جہاں ہم نے کاغذ کا کارخانہ لگایا، آس پاس کے علاقے کے جنگل صاف ہو گیے کیونکہ ساری لکڑی کاغذ بنانے کے کارخانے کی نذر ہوگئی۔ جہاں دھات سازی کا کام ہوا تو کان کنی اتنی ہوگئی کہ ساری زمین کھود کھود کر بنجر بنا دی گئی۔

قدرت نے ماحول کے مختلف عناصر مثلاً ہوا، پانی، جنگلات اور جانداروں میں ایک خاص طرح کا جو توازن قائم کیا تھا، وہ انسان کی بڑھتی ہوئی آبادی اور مشینی دور کی آمد

سے بگڑ کے رہ گیا۔ کارخانوں اور فیکٹریوں سے نہ صرف یہ کہ خام مال کی شکل میں قدرتی وسائل کا بے دریغ استعمال ہوا، بلکہ ان فیکٹریوں اور کارخانوں سے نکلنے والے مادّوں نے ہوا، پانی اور زمین کو زہر آلود کر دیا۔ جب فیکٹریاں اور گاڑیاں کم تھیں، تو کم گیسیں فضا میں خارج ہوتی تھیں اور یہ تھوڑی سی مقدار بہت جلد ہوا میں تحلیل ہو کر اتنی ہلکی ہو جاتی تھی کہ اس کا زہریلا پن ختم ہو جاتا تھا۔ لیکن اب صورت حال مختلف ہے۔ اب اتنی زیادہ مقدار میں یہ گیسیں ہوا میں خارج ہوتی ہیں کہ ان کا پھیلنا اور تحلیل ہونا ناممکن ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہ زہریلی گیسیں خطرناک حد تک ہوا میں جمع ہو رہی ہیں۔ ایسی ہوا میں جب ہم سانس لیتے ہیں تو یہ سب کیمیائی مادّے ہمارے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ گاڑیوں اور فیکٹریوں سے خارج ہونے والی گیسوں میں زیادہ مقدار کاربن مونو آکسائیڈ، نائیٹروجن آکسائیڈ، سلفر ڈائی آکسائیڈ اور کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کی ہوتی ہے۔ ان سبھی گیسوں کی زیادتی ہمارے قدرتی ماحول کے لیے مُضر ہے۔ ان میں سے کچھ گیسیں تو ایسی ہیں، جو پانی کے ساتھ مل کر تیزاب بناتی ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو یہ گیسیں تیزاب کی صورت میں زمین پر آتی ہیں۔ اس طرح کی تیزابی بارشوں (Acid Rain) کا کئی ممالک میں تجربہ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ ان تیزابی بارشوں سے نہ صرف پیڑ پودوں اور جانداروں کو نقصان پہنچا ہے بلکہ ان سے عمارتیں بھی متاثر ہوئی ہیں۔

کارخانوں سے جو کیمیائی فُضلہ دھوئیں اور پانی کی صورت میں خارج ہوتا ہے، وہ ہوا کے ساتھ ساتھ زمین اور پانی کو بھی زہر آلود کر دیتا ہے۔ چنانچہ آج کل ہمارے ملک

کے بہت سے دریاؤں کا پانی نہ تو پینے کے قابل رہا ہے اور نہ ہی سینچائی کے لایق۔اِس کے علاوہ ایسے پانی میں رہنے والی مچھلیاں اور دوسرے آبی جانور مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو کر مر رہے ہیں۔

ہوا اور پانی کی کثافت کو قابو میں رکھنے کے لیے قدرت نے بڑا اچھا انتظام کر رکھا تھا۔زمین کے سینے پر پھیلے ہوئے جنگلات یہ کام بخوبی انجام دیتے تھے۔ہوا کی آلودگی کو درخت اور پودے جذب کر لیتے ہیں اور پھر ان پیڑ پودوں سے خارج ہونے والی آکسیجن گیس ہوا کے زہریلے پن کو بھی کم کر دیتی ہے۔لیکن جنگلات کا صفایا کر کے انسان نے اس قدرتی نظام کو درہم برہم کر دیا اور اس طرح سے ماحول کی آلودگی میں اضافہ ہوا۔

سائنسدانوں کے حساب سے ہر ملک کی خشکی کا ایک تہائی حصہ جنگلات پر مشتمل ہونا چاہیے یعنی ہر ملک میں کم از کم ۳۳ فیصد علاقے میں جنگلات ہونا ضروری ہیں۔ لیکن آج خود ہمارے ملک کی صورتِ حال یہ ہے کہ ۱۱ فیصد سے بھی کم علاقے میں جنگلات ہیں اور اسی وجہ سے ہمارے یہاں موسموں کا چلن بدل گیا ہے اور بارش کا نظام اس حد تک درہم برہم ہو گیا ہے کہ کسی علاقے میں خشک سالی ہوتی ہے اور کہیں سیلاب کی تباہ کاریاں۔

ترقی میں تعمیر اور تخریب کے دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ترقی کے لیے ایسے طریقے بروئے کار لانے چاہیں، جن سے تخریب کا پہلو بڑی حد تک کم ہو جائے۔صنعتی انقلاب اور اُس کے بعد ہونے والی سرگرمیوں سے ہمیں بے پناہ فائدے حاصل ہوئے۔

ہماری روزمرّہ زندگی بڑی حد تک آرام دہ ہوگئی لیکن ساتھ ہی ہمیں بے شمار نقصانات سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ سرسبز اور شاداب جنگل ویرانوں میں تبدیل ہوگئے، شہروں کی ہوائیں مسموم ہوگئیں، دریاؤں کا شفاف پانی پینے کے لائق نہیں رہا۔ ہوا اور پانی کی کثافت سے بہت ساری بیماریاں عام ہوگئیں۔ چنانچہ آج کل ہمارے سائنسدان ایسی تکنالوجی کی تلاش کر رہے ہیں جس سے ماحول پر کسی طرح کا برا اثر نہ پڑے اور جو تکنالوجی ہمارے ماحول سے ہم آہنگ ہو۔ اس کے علاوہ اس بات کی بھی برابر کوشش کی جارہی ہے کہ ماحول پر جو مُضر اثرات پہلے ہی پڑ چکے ہیں، انہیں کِسی طرح سے زائل کیا جاسکے۔ مثلاً یہ بات اب ہماری سمجھ میں آگئی ہے کہ بڑے بڑے ڈیم بنانے سے ہزاروں ایکڑ زمین پر سے جنگلات صاف کیے جاتے ہیں اور پھر دریاؤں کے پانی میں گاد کی مقدار چونکہ بہت زیادہ ہوتی ہے، جس سے آہستہ آہستہ یہ ڈیم بھی گاد سے بھر جاتے ہیں اور اُن کی گہرائی کم ہوجاتی ہے، لہٰذا ان سے ہم اتنی دیر فائدہ نہیں اُٹھا سکتے جتنا کہ توقع ہوتی ہے۔ اسی لیے اب ماہرین کی رائے میں چھوٹے چھوٹے ڈیم بنانا ہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ ایک تو یہ ڈیم جگہ بھی کم گھیرتے ہیں اور دوسری طرف ان سے ہونے والے نقصانات بھی مقابلتاً کم ہوتے ہیں۔

اسی طرح اب کارخانوں سے نکلنے والے کیمیائی فُضلے کے زہریلے پن کو دور کرنے کی ترکیبیں بروئے کار لائی جارہی ہیں۔ موٹر گاڑیوں اور دوسرے انجنوں سے نکلنے والے دھوئیں پر بھی اب روک لگائی گئی ہے اور ایک خاص مقدار سے زیادہ دھواں نکلنے پر ایسی گاڑیوں پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔ اس معاملے میں عوام کو بھی چوکنّا رہنے کی

ضرورت ہے، کیونکہ صرف حکومت کی عائد کی ہوئی پابندیوں ہی سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو پائے گا۔ اگر ہمیں ان باتوں کا احساس ہو جائے تو ہم اس معاملے میں بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ہم ذرا سی کوشش سے ماحول کی آلودگی کو بہت حد تک قابو میں لا سکتے ہیں اور یوں بہت سی بیماریوں کا تدارک کر سکتے ہیں اور ہماری آنے والی نسلیں زیادہ بہتر فضا میں سانس لے سکتی ہیں۔

ا.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
عنصر	:	اصل بنیاد۔ جڑ
براہِ راست	:	سیدھا
چلن	:	چال۔ وضع۔ رفتار
اُتھلا	:	کم گہرا
گدلا	:	میلا۔ مکدّر۔ غلیظ۔ گندہ
شفاف	:	نہایت صاف جس میں آر پار نظر آئے
گردوپیش	:	آس پاس۔ قرب وجوار
بے دریغ	:	بلاتامّل۔ بے سوچے سمجھے۔ بے جھجک
تحلیل ہونا	:	حل ہونا۔ گھل جانا

فُضلہ	:	بچا ہوا۔ فاسد مواد	نذر ہونا	:	قربان ہونا
کثافت	:	غلاظت۔ گندگی	تدارک	:	چارہ کرنا
تخریب	:	بربادی۔ خرابی	تعمیر	:	بنانا
بروئے کار	:	استعمال کرنا۔ کام میں لانا	آلودگی	:	گندگی
مسموم	:	زہریلا	خارج	:	باہر کرنا
زایل کرنا	:	دور کرنا۔ ختم کرنا	آلود	:	گندہ
گاد	:	تہہ میں بیٹھنے والی مٹی اور ریت			

۲.....سوالات:

۱۔ ماحول کیسے بگڑتا ہے؟

۲۔ آبادی بڑھنے سے ماحول پر کس طرح کا اثر پڑتا ہے؟

۳۔ بڑے بڑے ڈیم بنانے سے کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

۴۔ عام آدمی ماحول کو سُدھارنے کے لیے کیا کرسکتا ہے؟

۳.....پڑھیے اور لکھیے:

۱۔ بعض اسموں کو بڑائی کے لیے کسی قدر تبدیل کر کے بھاری بھرکم بنادیا جاتا ہے، اسے اسم تکبیر کہتے ہیں جیسے پگڑی سے پگڑیا، بات سے بتنگڑ۔ کبھی شہ کا لفظ شروع میں جوڑتے ہیں، جیسے سوار سے شہسوار۔ آپ مندرجہ ذیل الفاظ میں شہ کا لفظ لگا کر

اسمِ تکبیر بنائیے اور ان کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

رگ۔ توت۔ باز۔ راہ۔ کار

۲۔ بعض اوقات اسم میں ذرا سی تبدیلی یا اضافہ کر کے اسے معنی کے اعتبار سے چھوٹا بنا لیتے ہیں، اسے اسمِ تصغیر کہتے ہیں، جیسے بیٹی سے بِٹیا، ٹوکرا سے ٹوکری۔ اسی طرح کچھ اسموں میں ''چہ'' لگا دینے سے بھی اسمِ تصغیر بن جاتے ہیں جیسے باغ سے باغیچہ۔

مندرجہ ذیل اسموں کی اسمِ تصغیر لکھیے:

کتاب۔ دیگ۔ خوان۔ پاگل۔ سانپ

۴......غور کرنے کی باتیں

۱۔ جنگل ہمارے ماحول کا ایک اہم جُز ہیں۔

۲۔ جنگلات سے ہمیں تعمیراتی لکڑی کا ایندھن، کاغذ بنانے کے لیے ضروری خام مواد (Pulp)، جڑی بوٹیاں اور دوسری اَن گنت چیزیں ملتی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جنگل ہماری خوشحالی کے ضامن ہیں۔

۳۔ جنگلات نہ صرف ہماری معاشی خوشحالی کے لیے ضروری ہیں بلکہ یہ ہمارے ماحول کا ایک اہم جزو ہیں۔ اِتنا تو ہم جانتے ہیں کہ جنگلات قسم قسم کے جانوروں اور حیوانات کا مسکن ہیں، ذرا غور کیجیے کہ رواں دواں دریاؤں، صاف و شفاف چشموں اور جھیلوں کا پانی کہاں سے آتا ہے؟

۴۔ آبادی کے بڑھنے کی وجہ سے جنگلات پر زبردست دباؤ بڑھ رہا ہے۔ جنگلات

سے زیادہ سے زیادہ چیزیں حاصل کرنے کے لیے درختوں کی بے تحاشا کٹائی کی جارہی ہے۔ جنگل کے جنگل صاف کیے جارہے ہیں۔ اس لیے ماحول میں قائم قدرتی توازن بگڑ رہا ہے۔ ماحول میں قائم توازن کے بگڑنے کی وجہ سے ہمارے موسموں پر بُرا اثر پڑا ہے۔ ماحول میں توازن کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم جنگلات کا تحفظ کریں۔ ذرا غور کیجئے کہ ہم کیسے جنگلات کا تحفظ کرسکتے ہیں؟

۵۔ ہمیں چاہیے کہ ہم پانی اور ہوا کو گندہ ہونے سے بچائیں کیوں کہ یہ دونوں چیزیں مدارِ حیات ہیں یعنی اِن دو چیزوں پر زندگی کا دارو مدار ہے۔

اخلاق نبوی ﷺ

محسنِ انسانیت رحمتِ عالم حضرت محمد ﷺ کی پوری زندگی اور آپ ﷺ کی سیرتِ پاک تمام انسانوں کے لیے بے مثال نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ پاک کا سب سے روشن پہلو آپ ﷺ کے بلند اور اعلیٰ اخلاق ہیں۔ آپ ﷺ کا خُلقِ عظیم سب سے زیادہ متاثر کرتا ہے اور عالم انسانیت کے لیے ایک درس ہے۔

پکے مخالف اور جانی دُشمن بھی آپ ﷺ کے شریفانہ اور پاکیزہ اَخلاق کے قائل تھے۔ آپ ﷺ حقیقت میں اعلیٰ اور عظیم اخلاق کے شاہکار تھے۔ آپ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہوکر کٹڑے مُخالف اور جانی دُشمن بھی آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔

آپ ﷺ نہایت نرم مزاج اور خوش طبع تھے۔ دردمندی، تحمّل، بُردباری، حلم اور دَرگزر آپ ﷺ کی خوش اخلاقی کے خاص جوہر ہیں۔ آپ ﷺ کے مزاج میں سختی بالکل نہیں تھی۔ آپ ﷺ نہ کوئی بُرا کلمہ مُنہ سے نکالتے تھے، نہ کسی کو بُرا کہتے تھے۔ کسی کی عیب گوئی نہیں کرتے تھے۔ بُرائی کرنے والوں کے ساتھ بھی بُرائی نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی بات ناپسند ہوتی تو درگزر فرماتے۔ اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی آپ ﷺ کو غصہ نہ آیا، نہ کسی سے انتقام لیا۔

آپ ﷺ کے عظیم اور اعلیٰ اخلاق کے واقعات کا گلدستہ اتنا خُوشنما ہے کہ جہاں سے چاہیے، پھول چُن لیجئے۔ یہاں چند واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

جن لوگوں کے شَر اور ظلم کی وجہ سے آپ ﷺ کو مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ جانا پڑا تھا، فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے اُن کو معاف فرمادیا اور کوئی بدلہ نہ لیا۔

ایک مرتبہ ایک مُنافق نے قتل کرنے کے اِرادے سے آپ ﷺ پر حملہ کیا لیکن وہ کامیاب نہیں ہوسکا۔ حضور ﷺ نے اُس کو بھی معاف فرمادیا۔

ایک بار آپ ﷺ بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے آپ ﷺ سے کچھ مشورہ کرنا تھا۔ اگر آپ ﷺ تھوڑی دیر کے لیے یہاں ٹھہر جائیں تو میں بازار سے سوداسلف خرید کر گھر رکھ آؤں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں یہیں ٹھہر کر تمہارا انتظار کرتا ہوں، جلدی آنا''۔ وہ صحابی گھر جا کر یہ بات بھول گئے کہ وہ حضور ﷺ کو بازار میں ٹھہرنے کو کہہ آئے ہیں۔ تیسرے دن وہ صحابیؓ جب بازار آئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ وہیں کھڑے ہیں۔ یہ ہے انسانیت کے محسن حضرت محمد ﷺ کی پاک سیرت، ایفائے عہد اور بے مثال اعلیٰ اخلاق کا نمونہ۔

ایک یہودی کی بیوی نے آپ ﷺ کو اپنے یہاں دعوت پر بُلایا اور زہر مِلا ہوا گوشت کھلا دیا۔ اس عورت نے اپنے جُرم کا اقرار بھی کرلیا، مگر آپ ﷺ نے اُسے بھی معاف فرمادیا۔

ایک مرتبہ ایک بدوی قرض خواہ اپنے قرض کا تقاضا کرنے کو آیا۔ اُس نے بڑی سختی

سے اور غصے سے تقاضا کیا۔ آپ ﷺ کے صحابہؓ نے اُس بدّو سے کہا کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم کس شخصیت سے بات کر رہے ہو۔ وہ کہنے لگا: میں تو اپنا قرض طلب کر رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''اس کی حمایت کرنی چاہیے کیونکہ یہ اس کا حق ہے''۔ پھر اُس کا حساب بیباق کرنے کا حُکم دیا اور اُس کے حق سے کچھ زیادہ اُسے دِلوا دیا۔

ایک دفعہ حضور ﷺ نے زید بن سعنہ سے ۸۰ مثقال سونا اس شرط پر لے کر ایک بدوی کو دے دیا کہ وہ مقررہ وقت پر اُس کے بدلے میں کھجوریں دے دیں گے۔ ابھی مقررہ وقت میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے کہ حضور ﷺ ایک جنازے کی نماز پڑھا کر اپنے رفیقوں کے ساتھ ایک دیوار کے پاس تشریف رکھے تھے۔ زید نے حضور ﷺ کے کُرتے اور چادر کے پلوؤں کو کھینچتے ہوئے نہایت بدمزاجی اور سختی سے قرضہ ادا کرنے کو کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ''او خُدا کے دشمن، کیا بکتا ہے۔ خُدا کی قسم مجھے (حضورؐ سے) اندیشہ نہ ہوتا تو تیری گردن اُڑا دیتا''۔ پیکرِ اخلاق، حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو سمجھایا: ''ایسے موقع پر تمہیں چاہیے تھا کہ ایک طرف مجھے حُسن و خوبی سے اس کا قرض ادا کرنے کو کہتے اور دوسری طرف اس شخص کو بہتر طریقے سے تقاضا کرنے کی نصیحت کرتے''۔ پھر فرمایا: ''جاؤ جا کر حساب کر دو اور ڈانٹنے کے بدلے میں بیس صاع کھجوریں زیادہ دے دو''۔

ایک بڑھیا کا معمول تھا کہ حضور ﷺ جب اُس کے گھر کے سامنے سے گزرتے، وہ آپ ﷺ کے اوپر کوڑا کرکٹ پھینکتی۔ ایک روز جب اس معمول میں فرق آیا تو آپ ﷺ

وہیں رُک گئے، اور یہ معلوم ہونے پر، کہ بڑھیا بیمار ہے، آپ ﷺ اس کو دیکھنے اور حال پوچھنے گئے۔ بڑھیا پر حضور ﷺ کے اس برتاؤ کا ایسا اثر ہوا کہ فوراً آپ ﷺ پر ایمان لے آئی۔

آپ ﷺ کے حُسنِ سلوک اور بے نظیر اخلاق اور رحم و کرم کے فیض سے وہ بھی محروم نہیں رہے، جنھوں نے زندگی بھر آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائی اور طرح طرح سے ستایا۔ منافقوں کا سردار، جس کا نام عبداللہ بن ابی تھا، آپ ﷺ کا بڑا دُشمن تھا۔ وہ آپ ﷺ کو ستانے اور تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ لیکن جب وہ فوت ہوا، تو حضور ﷺ نے اپنا کُرتا اُتار کر کفن کے لیے دیا۔ محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کے اس اخلاق کی مثال کہاں ملے گی!

غرض یہ کہ آپ ﷺ ہر پہلو سے اعلیٰ اور عظیم اَخلاق کے مالک تھے۔ آپ ﷺ نے تمام انسانوں کو مثالی اخلاق اور بے مثل کردار کا عملی درس دیا ہے۔ آپ ﷺ کا بڑے سے بڑا مُخالف بھی آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کا انکار نہیں کر سکتا۔

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
محسنِ انسانیت	:	انسانیت پر احسان کرنے والا
رحمتِ عالم	:	تمام عالم کے لیے رحمت۔ محمد ﷺ کا لقب
سیرت	:	عادت۔ خصلت
عظیم	:	بڑا
دَرس	:	سبق
کٹّر	:	پکا
قائل ہونا	:	تسلیم کرنا۔ مان لینا
شاہکار	:	سب سے بڑا کارنامہ
ایمان لانا	:	مسلمان ہو جانا۔ خُدا اور مذہب پر یقین کرنا
متاثر ہونا	:	اثر قبول کرنا
تحمُّل	:	برداشت۔ بُردباری۔ نرمی
بُردباری	:	حلم۔ تحمل
جوہر	:	خوبی
کلمہ	:	بات
گلدستہ	:	پھولوں کا گچھا

شر	:	برائی، بدی
منافق	:	ریاکار۔ نِفاق رکھنے والا، دل میں کچھ ہو زبان پر کچھ۔ شریعت اسلامیہ میں وہ شخص جو بظاہر مسلمان مگر دل سے کافر ہو
صحابیؓ	:	حضرت محمد ﷺ کے ساتھی یا وہ مسلمان جنھوں نے حضرت محمد ﷺ کو دیکھا ہو۔
اِیفائے عہد	:	وعدے کا پُورا کرنا
اقرار کر لینا	:	مان لینا
حساب بیباق کرنا	:	اَدا کرنا۔ حساب صاف کرنا
اُسوۂ حسنہ	:	بہت اچھا نمونہ۔ نیک مثال
خوش خُلقی	:	خوش اخلاقی
بدوی	:	عرب کے خانہ بدوش لوگ
مِثقال	:	سونے کا ایک سِکّہ جو عرب میں رائج ہے
رفیق	:	دوست
اندیشہ	:	خوف۔ ڈر۔ کھٹکا
صاع	:	۲۳۴ تولے کا ایک وزن
معمول	:	رواج۔ دستور۔ قاعدہ۔ روزمرہ کا کام کاج
پیکرِ اخلاق	:	اخلاق کا پیکر
گردن اُڑا دینا	:	مار دینا۔ قتل کر دینا

حُسنِ سلوک	:	اچھا سلوک۔ اچھا برتاؤ
تقاضا	:	طلب۔ مانگ۔ خواہش۔ قرض واپس مانگنا
بے نظیر	:	بے مثال۔ لاجواب
فیض	:	فائدہ۔ نفع۔
محروم	:	ناکام۔ نااُمید
میسر ہونا	:	حاصل ہونا
مِثالی	:	نمونے کا
بے مثال	:	لاجواب۔ لاثانی۔ جس کی مثال نہ ہو

۲......سوالات:

۱۔ حضرت محمد ﷺ کی سیرت پاک کا سب سے روشن پہلو کیا ہے؟

۲۔ آپ ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کیوں کی؟

۳۔ حضرت محمد ﷺ کے عظیم اور اعلیٰ اخلاق کے دو واقعات بیان کیجئے۔

۴۔ حضرت محمد ﷺ کے اخلاق کا آپ ﷺ کے مخالفوں اور جانی دشمنوں پر کیا اثر ہوا؟

۵۔ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے اُن لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جنہوں نے آپ ﷺ پر بہت ظلم کیے تھے؟

۶۔ آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینکنے والی بڑھیا آپ ﷺ پر کیوں کر ایمان لے آئی؟

۳......جمع کے واحد اور واحِد کی جمع بنائیے:

مخالف	صدقات
کلمہ	گزارشات
معاملہ	عزائم
وقت	نوادر
طرف	جوانب
موقع	تصانیف
تکلیف	کتب

۴۔اس مضمون میں محسنِ انسانیت، مکارمِ اخلاق، حُسنِ سلوک اور ایفائے عہد جیسے الفاظ آئے ہیں، جو دو دو لفظوں سے بنے ہیں۔ لفظوں کے اس طرح کے جوڑ کو ترکیب کہتے ہیں۔ آپ اس طرح کی پانچ ترکیبیں اپنی نوٹ بک پر لکھیے۔

۵......متضاد الفاظ تحریر کیجیے

مثال: زیادہ: کم

روشن :

ادنیٰ :

نرمی :

اچھائی :

شَر :

اِنکار :

صحت مند :

زندگی :

تکلیف :

چھوٹا :

نعت

سلام اُس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اُس پر کہ اَسرارِ محبّت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اُس پر کہ جس نے بھوکے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں

سلام اُس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوِداں دے دی
سلام اُس پر ابوسفیاں کو بھی جس نے اماں دے دی

سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اُس پر کہ جو ٹوٹے ہوئے حُجرے میں رہتا تھا
سلام اُس پر کہ جو ہر وقت سچّی بات کہتا تھا

سلام اُس پر کہ جس کی سادگی درسِ بصیرت ہے
سلام اُس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیّت ہے

سلام اُس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اُس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی

سلام اُس پر جو سچّائی کی خاطر دُکھ اٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اُس ذاتِ اطہر پر جو والی تھی یتیموں کی
سلام اُس روحِ انور پر جو حامی تھی غریبوں کی

سلام اُس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اُس پر بُروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

(ماؔہر القادری)

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
بیکس	:	بے یار و مددگار۔ محتاج
دستگیری	:	مدد۔حمایت
اَسرار	:	سِر کی جمع۔ بھید۔راز
قبائیں	:	قبا کی جمع۔ایک قسم کا لباس
حیاتِ جاوداں	:	ہمیشہ کی زندگی
ابوسُفیان	:	حضور ﷺ کے بہت بڑے دُشمن جو بعد میں ایمان لے آئے
حُجرہ	:	کوٹھڑی۔خلوت خانہ
درسِ بصیرت	:	دانائی کا سبق
فخرِ آدمیّت	:	انسانیت کی شان
مشکیں کھولنا	:	آزاد کرنا۔باندھے ہوئے ہاتھ کھولنا۔
اسیر	:	قیدی
ذاتِ اطہر	:	پاک ذات
روحِ انور	:	نورانی روح۔حضور ﷺ کے لیے کہا گیا ہے
حامی	:	مددگار۔حمایتی
فضل	:	نیکی۔مہربانی۔بخشش

۲......سوالات:

۱۔نعت کسے کہتے ہیں؟
۲۔حضورﷺ کو فخرِ آدمیّت کیوں کہا گیا ہے ؟
۳۔اس نظم میں حضورﷺ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، اُن میں سے کوئی پانچ اپنے الفاظ میں لکھیے۔
۴۔ نظم کے آخری مصرعے کا مطلب اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۳......خالی جگہوں کو اُن لفظوں سے پُر کیجیے جو نظم میں استعمال ہوئے ہیں:

۱۔سلام اُس پر جو ٹوٹے ہوئے......................میں رہتا تھا
۲۔سلام اُس پر کہ جس نے......................کے موتی بکھیرے ہیں
۳۔سلام اس پر کہ دُشمن کو......................دے دی
۴۔سلام اُس پر جو......................دُکھ اُٹھاتا تھا
۵۔سلام اُس پر جس نے......................کی دستگیری کی

۴......یاد کیجیے

اس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

بھلے اور بُرے کی پہچان

HFD5VR

نیک آدمی اپنے دشمنوں کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں، جو چندن کلہاڑی کے ساتھ کرتا ہے۔کلہاڑی اسے کاٹتی ہے مگر وہ اس کی دھار کو خوشبودار کر دیتا ہے۔اس لیے چندن کو یہ عزّت حاصل ہے کہ دیوتاؤں کے سروں پر جگہ پاتا ہے اور کلہاڑی کی یہ درگت ہوئی کہ اس کا منہ آگ میں تپا کر ہتھوڑوں سے پیٹا جاتا ہے۔

بھلے آدمی سادہ مزاج رکھتے ہیں اور جو کچھ خدا نے دیا ہے، اس پر راضی رہتے ہیں۔ دنیا کی خواہشوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ ہر حال میں خوش رہتے ہیں اور فیاضی کی کان ہوتے ہیں۔ سب کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتے ہیں۔ کسی سے دشمنی نہیں رکھتے۔ حرص اور لالچ کی ان کو ہوا نہیں لگتی۔ بغض اور حسد کا ان پر سایہ نہیں پڑتا۔ وہ غریبوں پر مہربانی کرتے ہیں۔ اپنی تعظیم کی پرواہ نہیں کرتے مگر اوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ کسی سے ایسی بات نہیں کہتے، جو اس کو بری معلوم ہو۔ وہ اپنے قول کے سچے ہوتے ہیں۔ ان کو خدا پرستی اور انسان کے ساتھ بھلائی کرنے کی لَو لگی ہوتی ہے۔ بلا شبہ ایسے ہی آدمی کو خدا رسیدہ کہنا چاہیے۔

اب تم بُرے آدمی کا بھی کچھ ذکر سنو۔ کبھی تم بھول کر بھی ان کی صحبت میں نہ بیٹھو۔ ان سے تم کو ہمیشہ تکلیف ہی پہنچے گی۔ ان کے دل میں حسد کی آگ روشن رہتی ہے۔ جب وہ کسی کی غیبت سنتے ہیں تو ایسے خوش ہوتے ہیں گویا ان کے ہاتھ قارون کا خزانہ لگ گیا ہو۔ جو اِن کے ساتھ بھلائی کرے، اس کے ساتھ وہ برائی کرتے ہیں۔ جھوٹ ہی ان کا لینا اور جھوٹ ہی ان کا دینا۔ وہ اوروں کو تکلیف دیتے ہیں۔ ہمسایوں کا مال ہڑپ کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور دوسروں کی غیبت کرتے ہیں۔ جب کسی کی بڑائی یا ترقی سنتے ہیں تو ایسی ٹھنڈی سانس لیتے ہیں جیسے ان کو بخار ہی چڑھ آیا ہو۔ ان کو سوائے اپنے مطلب کے کچھ اور نہیں سوجھتا۔ ماں، باپ، استاد سب کی ہنسی اُڑاتے ہیں، کسی کا کہنا نہیں مانتے۔

نیک انسان چاند اور سورج کی طرح چمک کر سکھ اور آرام پہنچاتے ہیں۔ دنیا میں کوئی عذاب اس کے برابر نہیں کہ دوسروں کو دکھ پہنچایا جائے۔

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
سلوک	:	برتاؤ۔رویّہ
دُرگت	:	خراب حالت۔پتلا حال
شفقت	:	مہربانی۔رحم
حرص	:	لالچ۔خواہش۔تمنا۔ہوس
حسد	:	جلن۔بغض۔کینہ
تعظیم	:	عزت۔حرمت۔بڑا جاننا
خداپرست	:	زاہد۔حق پرست۔عابد
خدارسیدہ	:	اللہ والا۔نیک۔پرہیز گار
صحبت	:	دوستی
غیبت	:	کسی کی غیر موجودگی میں بُرائی کرنا
قارون کا خزانہ	:	بڑا خزانہ
ہمسایہ	:	پڑوسی
عذاب	:	تکلیف۔دکھ

۲......سوالات

۱۔ بھلے آدمی کیسے ہوتے ہیں؟

۲۔ بُرے لوگوں کی کیا پہچان بتائی گئی ہے؟

۳۔ بُری صحبت سے کیا نقصان پہنچتا ہے؟

۴۔ نیک آدمی اپنے دشمنوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں؟

۳......معنی لکھیے اور جملوں میں استعمال کیجیے۔

سروں پر جگہ پانا۔ راضی رہنا۔ ہڑپ کرنا۔
فکر میں رہنا۔ ٹھنڈی سانس بھرنا۔

۴......متضاد الفاظ لکھیے :

اس سبق میں کئی ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، جو ایک دوسرے کی ضِد ہیں، مثلاً: نیک اور بد، اچھا اور بُرا۔ آپ ذیل کے آٹھ الفاظ کی ضِد یعنی ان کے متضاد الفاظ لکھیے :

جدید۔ آسمان۔ چاند۔ جھوٹ۔ صحت مند۔ طاقت ور۔ امیر۔ عورت

شری رام چندر جی

رام چندر جی ہندوؤں کے اوتار ہیں۔ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اُن کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ رام چندر جی اجودھیا کے راجا دشرتھ کے بیٹے تھے۔ راجا دشرتھ کی تین رانیاں تھیں: کوشلیا، کیکئی اور سمترا۔ ان رانیوں سے چار بیٹے ہوئے: رام چندر، بھرت، لکشمن اور شتروگھن۔ رام چندر جی بڑی رانی کوشلیا کے بطن سے تھے۔ بھرت کیکئی سے، جب کہ لکشمن اور شتروگھن سمترا سے پیدا ہوئے۔ ان میں رام چندر جی سب سے بڑے تھے۔ وہ بڑے نیک، بہادر اور عقل مند تھے۔ دستور کے مطابق راجا کے تخت کا وارث بڑا بیٹا ہوا کرتا تھا۔ راجا دشرتھ بھی اپنے بعد اپنا راج پاٹ رام چندر جی کو ہی سونپنا چاہتے تھے۔ جب کیکئی کو راجا دشرتھ کی اس خواہش کا پتہ چلا تو وہ بڑی خفا ہوئیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اُن کا سوتیلا بیٹا رام چندر اجودھیا پر راج کرے۔ وہ اپنے حقیقی بیٹے بھرت کو راج گدی پر دیکھنا چاہتی تھیں۔

کیکئی نے ایک بار راجا کی جان بچائی تھی جس کے بدلے میں راجا نے ان کی ایک مانگ پورا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیکئی نے اس موقع کو غنیمت جانا اور مانگ کی کہ رام چندر جی کو چودہ برس کا بن باس دیا جائے اور بھرت کو گدی پر بٹھایا جائے۔ راجا دشرتھ

چونکہ وعدے کے پکے تھے، اس لیے انہیں کیکئی کی یہ ضد پوری کرنا پڑی۔ راجا دشرتھ نے رام چندر جی کو مجبوراً بن باس کا حکم دیا۔

رام چندر جی فرماں بردار تھے۔ نیکی، ایمانداری اور سچائی کا جذبہ اُن کے دل میں بدرجۂ اُتم موجود تھا۔ اپنے والدین کے حکم کی تعمیل کی اور اجودھیا کو چھوڑ کر بن باس کے لیے نکل پڑے۔ اُن کے ہمراہ اُن کی بیوی سیتا اور بھائی لکشمن بھی تھے۔

رام چندر جی کو بن باس گئے ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ راجا دشرتھ کی وفات ہوگئی۔ اب بھرت کو راج گدی پر بیٹھنے کے لیے کہا گیا لیکن وہ چوں کہ رام چندر جی سے بے پناہ محبت کرتے تھے، اس لیے انہوں نے گدی پر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ وہ رام چندر جی کو ڈھونڈنے نکل پڑے۔ رام چندر جی اپنے باپ کا حکم پورا کرنا چاہتے تھے، اس لیے انہوں نے بھرت کی فرمایش ٹھکرا دی اور اجودھیا واپس آنے سے انکار کر دیا۔ بھرت کو مایوسی ہوئی۔ بھرت رام چندر جی کی کھڑاؤں اپنے ساتھ لائے اور انہیں گدی

پر رکھ کر رام چندر جی کے نام سے راج کرنے لگے۔

ادھر رام چندر جی سیتا اور لکشمن کے ساتھ بن باس کے دن گزار رہے تھے۔ وہاں لنکا کے راجا راون کی بہن سروپ نکھا نے رام چندر کو اپنے دام محبت میں پھانسنے کی کوشش کی۔ اس پر خفا ہو کر رام چندر جی کے بھائی لکشمن نے اُس کی ناک کاٹ لی۔ یہ دیکھ کر راون کو غصہ آیا اور وہ بھیس بدل کر جنگل میں رام چندر جی کی کُٹیا کے پاس پہنچا۔ پھر سیتا کو جب اکیلا پایا تو وہاں سے اُس کو اٹھا کر لنکا لے گیا۔

جب رام اور لکشمن واپس کُٹیا کے پاس پہنچے تو انہوں نے سیتا کو کُٹیا سے غائب پایا۔ وہ بہت بے چین ہوئے۔ ہر طرف تلاش کے باوجود سیتا کا کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر ہنومان جی کے ذریعے معلوم ہوا کہ لنکا کا راجا راون سیتا کو اُٹھا کر لنکا لے گیا ہے۔ رام چندر جی اپنے بھائی لکشمن اور بندروں کے راجا سگریو کو لے کر لنکا پہنچے۔ وہاں راون کے ساتھ خون ریز جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں راون کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ یہ جنگ ہمیں بدی پر نیکی کی یاد دلاتی ہے۔

اب رام چندر جی اور لکشمن سیتا جی کو لے کر اجودھیا پہنچے۔ ان کے اجودھیا پہنچنے پر بڑی خوشی منائی گئی اور دیپ مالا کی گئی۔ بھرت نے راج گدی رام چندر جی کو سونپ دی اور رام چندر جی راجا بن کر تخت پر بیٹھ گئے اور راج کرنے لگے۔

ہمارے ملک کے دو تہوار دسہرہ اور دیپاولی راون پر رام چندر جی کی فتح اور اجودھیا واپسی کی یاد میں منائے جاتے ہیں۔

ا۔ فرہنگ:

لفظ	:	معنی
اوتار	:	بھگوان کا روپ۔ خدا رسیدہ آدمی
بطن	:	پیٹ
وارث	:	میراث لینے والا۔ والدین کی جائیداد کا حقدار
غنیمت	:	مناسب
بن باس	:	جنگل میں رہنا۔ گھر سے نکال دینا۔ جلاوطنی
فرماں بردار	:	حکم ماننے والا
تعمیل	:	عمل میں لانا
بدرجۂ اتم	:	کامل درجے تک، مکمل طور پر
کھڑاؤں	:	لکڑی کی بنی ہوئی جوتی
خفا ہونا	:	ناراض ہونا
بھیس بدلنا	:	سوانگ بھرنا۔ روپ بدلنا
خوں ریز	:	خون بہانے والا
دیپ	:	چراغ
دسہرہ	:	لنکا پر رام چندر جی کی فتح مندی کا دن
دیپاولی	:	کارتک کی پندرہ تاریخ کو منایا جانے والا تہوار جس پر چراغاں کیا جاتا ہے

۲......سوالات:

۱۔ شری رام چندر جی کے والد کا نام لکھیے

۲۔ راجا دشرتھ کی رانیوں کے نام بتائیے

۳۔ رام چندر جی کو کیوں بن باس کا حکم ملا؟

۴۔ رام چندر جی نے راجا دشرتھ کی وفات پر گدّی پر بیٹھنے سے کیوں انکار کیا؟

۵۔ سیتا کو جنگل سے کون اٹھا کر لے گیا؟

۳......لکھیے :

۱۔ دیوالی پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔

۲۔ رام چندر جی پر ایک مختصر نوٹ لکھیے جس میں رام چندر جی کے بلند اخلاق کا ذکر ہو۔

۴......متضاد الفاظ لکھیے :

''جنگ میں راون کو شکست ہوئی'': یہ جملہ سبق میں موجود ہے۔لفظ شکست کی ضِد فتح ہے۔ایسے ہی کچھ الفاظ نیچے درج ہیں۔ان کے متضاد الفاظ لکھیے :

عزت۔ نیک۔ بہادر۔ سچائی۔ محبت۔ جنگ

قلم

قلم کیوں چل رہا ہے پیچ و خم سے
یہ جا کر پوچھیے اہلِ قلم سے
عجائب اس کی سب گُلکاریاں ہیں
تعجب خیز گوہر باریاں ہیں
کہیں یہ بادشاہ ہاتھ بن کر
ہوا ہے عدل پرور یا سِتم گر
ملا گر شاعرِ شیریں بیان کو
تو حیراں کر دیا اہلِ جہاں کو

مصوِّر کے جو یہ ہاتھوں میں پہنچا
تو کھینچا حسن کا انمول نقشا
کسی کو زندگی واپس دلائے
تو مشکل میں کسی کے کام آئے
کسی کی آن میں قسمت پلٹ دے
کسی بد بخت کو تختہ الٹ دے
جہاں میں ہے یہ کیا کیا گُل کِھلاتا
ہزاروں اپنے جوہر ہے دِکھاتا

نشاط کشتواڑی

ا.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
پیچ وخم	:	ٹیڑھا میڑھا۔موڑ
عجائب	:	عجیب کی جمع۔حیران کرنے والا/والی
گلکاریاں	:	پھول بنانا۔پھول کاڑھنا
تعجب خیز	:	حیران کرنے والا

گوہر بار	:	موتی برسانے والا
عدل پرور	:	انصاف کی پرورش کرنے والا۔ مُنصِف
ستم گر	:	ستم ڈھانے والا۔ ظالم
مصوّر	:	تصویر بنانے والا
انمول	:	جس کی کوئی قیمت نہ ہو یعنی بہت قیمتی
بد بخت	:	بدنصیب
جوہر	:	خوبی۔ خصوصیت۔ کمال۔ لیاقت
عالم	:	علم رکھنے والا۔ جاننے والا
اہلِ جہاں	:	جہاں والے۔ دُنیا والے
اہلِ قلم	:	ادیب۔ لکھنے والا
آن میں	:	فوراً
گل کھلانا	:	انوکھا کام کرنا
جوہر دکھانا	:	کمال دکھانا
تختہ الٹنا	:	حکومت سے ہٹانا۔ سلطنت بدلنا

۲......سوالات:

ا۔ نظم میں قلم کی کون کون سی صفتیں بیان کی گئی ہیں؟

۲۔ عالم قلم سے کیا کام لیتا ہے؟
۳۔ قلم کس کے ہاتھ میں پہنچ کر حسن کا انمول نقشہ کھینچتا ہے؟
۴۔ یہ نظم کس شاعر کی ہے؟

۳......خالی جگہوں کو ان لفظوں سے پُر کیجیے جو نظم میں استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ عجائب اس کی سب............ہیں (مکاریاں۔گلکاریاں)
۲۔ تو حیراں کر دیا................کو (اہلِ جہاں۔اہل بیاں)
۳۔ کسی کی................واپس دلائے۔ (بندگی۔زندگی)
۴۔ کسی کی آن میں..............پلٹ دے (حکمت۔قسمت)
۵۔ ہزاروں اپنے................ہے دکھاتا (جوہر۔گوہر)

۴............یاد کیجیے

۱۔ اس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

۵..........ذیل کے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

علم: ....

عدل: ....

مصوّر: ....

نقشہ: ....

جوہر: ....

۵......سمجھیے اور لکھیے :

مثال: علم جاننے والے کو عالم کہتے ہیں۔

اب نیچے درج الفاظ کو چُن کر نا مکمل جملوں کو مکمل کیجیے:

۱۔ عدل کرنے والے کو........................

۲۔ شعر کہنے والے کو........................

۳۔ تصویر بنانے والے کو........................

۴۔ ظلم کرنے والے کو........................

۵۔ انصاف کرنے والے کو........................

۶۔ عبادت کرنے والے کو........................

۷۔ تجارت کرنے والے کو........................

۸۔ علاج کرنے والے کو........................

۹۔ تصنیف کرنے والے کو........................

شاعر۔ ظالم۔ عابد۔ معالج۔ عادل۔ مصوّر۔ منصف۔ تاجر۔ مصنّف

شاہ ہمدانؒ

پیارے بچو!

شاہِ ہمدانؒ کا نام نامی سید علی تھا۔ شاہِ ہمدان، امیر کبیر، علی ثانی اور امیر اُن
ب ہیں۔ وہ ۱۲/رجب ۷۱۴ھ (مطابق ۱۲/اکتوبر ۱۳۱۴ء) کو ہمدان میں
ئے۔ ہمدان میں پیدا ہونے کی وجہ سے ہی ان کے نام کے ساتھ ہمدانی لکھا
۔ شاہِ ہمدان کا شجرۂ نسب اٹھارھویں پشت میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
ہے۔ اُن کے والد کا نام سید شہاب الدین تھا جو خود بھی ایک عالمِ دین تھے۔
ن بارہ سال کی عمر ہی میں تمام دینی علوم اور طریقت و حقیقت سے بہرہ ور ہو۔
ں نے عربی اور فارسی زبانوں کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ وہ زندگی بھر دینِ اسلام

خدمت کرتے رہے۔شاہِ ہمدان نے وادی کشمیر میں اسلام پھیلانے کے لیے کافی محنت کی۔یہی وجہ ہے کہ کشمیر میں مسلمانوں کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔شاہِ ہمدان نے زندگی کے اکیس سال سیر وسیاحت میں گزارے۔اس دوران انہوں نے مختلف ملکوں میں جا کر اسلامی تعلیمات کو عام کرنے میں اہم رول نبھایا۔ ہمدان میں سیاسی افراتفری ہونے کی وجہ سے امیر کبیر میر سید علی ہمدانی ہمدان کو چھوڑ کر کشمیر چلے آئے۔

شاہِ ہمدان پہلی بار سلطان شہاب الدین کے دورِ حکومت میں کشمیر تشریف لائے۔ اس دوران انہوں نے یہاں صرف چار مہینے تک قیام کیا اور یہاں سے فیروز پور پنجاب چلے گئے۔دوسری مرتبہ کشمیر آنے کے وقت وہ یہاں ڈھائی سال تک ٹھہرنے کے بعد ۷۸۳ھ میں لداخ چلے گئے۔شاہِ ہمدانؒ ۷۸۵ھ میں تیسری بار واردِ کشمیر ہوئے لیکن صحت خراب ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ دیر تک یہاں قیام نہیں کر سکے۔۷۸۶ھ میں ان کا انتقال ختلان میں ہوا اور وہیں پر دفن کیے گئے۔انتقال کے وقت ان کی عمر ۷۲ سال تھی۔انتقال کے وقت ان کے دہانِ مبارک پر کلمہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جاری تھا۔

کشمیر اور کشمیریوں پر امیر کبیر میر سید علی ہمدانی شاہِ ہمدانؒ کے کافی احسانات ہیں۔ سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے یہاں کی اکثر آبادی کو اسلام کے دائرے میں شامل کیا۔کشمیر آنے کے وقت ان کے ساتھ سات سو سادات تشریف لائے تھے جنہوں نے یہاں کے دُور دراز علاقوں میں نہ صرف اسلام پھیلایا بلکہ مختلف علوم وفنون کے بارے میں بھی جانکاری دی۔شاہِ ہمدان اور ان کے ساتھیوں نے کشمیر کی تہذیب و تمدن،ثقافت،صنعت وحرفت،دستکاری اور رہن سہن کو بڑی حد تک متاثر کیا۔

شاہِ ہمدان عربی اور فارسی کے ایک بڑے عالم تھے۔ان دونوں زبانوں میں ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو ستر بتائی جاتی ہے،تاہم ان کے جو رسالے دستیاب ہیں،اُن کی تعداد اسی (۸۰) کے قریب ہے۔وہ نثر نگاری کے علاوہ شعر و شاعری کے ساتھ بھی دلچسپی رکھتے تھے۔اورادِ فتحیہ،ذخیرۃ الملوک،مشارب الاذواق،مکتوباتِ امیریہ،رسالہ دہ قاعدہ،چہل اسرار،رسالہ منہاج العارفین،کشف الحقائق،روضہ الفردوس اور منازلِ سالکین وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
ہمدانی	:	ہمدان کا رہنے والا
کثیر تعداد	:	کافی تعداد
سیر و سیاحت	:	گھومنا پھرنا
افراتفری	:	بدامنی
انتقال کرنا	:	مرجانا
سادات	:	سید کی جمع
عالم	:	علم جاننے والا
تصانیف	:	تصنیف کی جمع

ثقافت : تہذیب

۲......سوالات

۱۔ شاہِ ہمدانؒ کا اصلی نام کیا تھا؟
۲۔ شاہِ ہمدانؒ کہاں پیدا ہوئے؟
۳۔ شاہِ ہمدانؒ کس حکمران کے وقت کشمیر آئے؟
۴۔ شاہِ ہمدانؒ کتنی بار کشمیر آئے؟
۵۔ شاہِ ہمدانؒ کہاں دفن ہیں؟
۶۔ کشمیر آنے کے وقت شاہِ ہمدان کے ساتھ کتنے سادات تھے؟
۷۔ شاہِ ہمدانؒ کے کشمیر پر کیا احسانات ہیں؟
۸۔ شاہِ ہمدان کی پانچ کتابوں کے نام لکھیے۔

۳......خالی جگہیں پُر کیجیے۔

۱۔ شاہ ہمدان کا پورا نام......................تھا۔
۲۔ شاہِ ہمدان کے والد کا نام..................تھا۔
۳۔ شاہِ ہمدان......................میں پیدا ہوئے۔
۴۔ شاہِ ہمدان......................کے ایک بڑے عالم تھے۔

۵۔ شاہِ ہمدان کی تصانیف.................کے قریب ہیں۔

۴.....غور کرنے کی باتیں

شاہِ ہمدانؒ کا ذاتی نام 'علی' تھا۔ اِس نام کے علاوہ اُن کے کئی القاب ہیں۔ القاب لقب کی جمع ہے۔ لقب اُس نام کو کہتے ہیں، جو کسی خاص مدح (تعریف) کے سبب لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے۔ میر سیّد علی ہمدانیؒ کے القاب میں شاہِ ہمدان، امیر کبیر، امیر اور علی ثانی شامل ہیں۔ یہ القاب اُس محبت وعقیدت کا ثبوت ہیں، جو برصغیر ہندو پاک اور بالخصوص کشمیر کے مسلمانوں کو شاہِ ہمدانؒ سے تھی۔

ڈاک کا انوکھا ٹکٹ

آپ نے ڈاک کے یادگاری ٹکٹ تو بہت دیکھے ہوں گے۔ آئے دن ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ کسی بڑے آدمی کی یادگار منانے کے لیے ڈاک اور تار کے محکمے نے ٹکٹ جاری کیا۔ مہاتما گاندھی، جواہر لعل نہرو، سردار پٹیل، مولانا آزاد، رفیع احمد قدوائی اور بہت سے دوسرے لیڈروں کے یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کیے جا چکے ہیں۔ شاعروں اور ادیبوں میں میرا بائی، کالی داس، سورداس، رابندر ناتھ ٹیگور، غالب، انیس، سرسید احمد خان، اقبالؔ اور پریم چند کے یادگاری ڈاک ٹکٹ بھی جاری کیے گئے ہیں اور اس طرح کے ٹکٹ جاری کرنے کا سلسلہ برابر قائم ہے۔

آج ہم آپ کو ایک عجیب و غریب ڈاک ٹکٹ کا حال سُناتے ہیں۔ یہ ٹکٹ جاپان میں جاری ہوا تھا۔ اس ٹکٹ میں انوکھی بات یہ تھی کہ اس پر ایک کتے کی تصویر بنی ہوئی

تھی۔ آپ پوچھیں گے کہ کتے کی تصویر کیوں بنائی گئی تھی۔ اُس کتے میں ضرور کوئی خاص بات ہوگی، تب ہی اُس کو اتنی اہمیت دی گئی۔ اس کے پیچھے ایک بہت دلچسپ کہانی ہے۔ آیئے ہم آپ کو کہانی سُنائیں۔

اس کتے کا نام ''ہاچی'' ہے۔ ہاچی کا تعلق کتوں کی ایک خاص نسل سے ہے جس کا نام ''اکیتا'' ہے۔ یہ نسل بڑی وفادار ہوتی ہے اور اپنی وفاداری کے لیے سارے جاپان میں مشہور ہے۔

''ہاچی'' ۲۰ رنومبر ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوا تھا۔ ابھی یہ چھوٹا سا پلّا ہی تھا کہ اس کے مالک نے اسے ڈاکٹر ویدا کیا برو کے ہاتھ بیچ دیا۔ ڈاکٹر برو ٹوکیو یونیورسٹی میں پروفیسر تھے اور ٹوکیو کے جنوب مغربی حصّے میں شیبو یار ریلوے اسٹیشن کے پاس رہتے تھے۔ جب ہاچی کی عمر ایک سال کی ہوگئی تو وہ اپنے مالک کے ساتھ ہر روز صبح کو اسٹیشن جاتا۔ ڈاکٹر برو گاڑی میں بیٹھ کر یونیورسٹی چلے جاتے اور ''ہاچی'' اسٹیشن پر شام تک اُن کا انتظار کرتا رہتا۔ جب شام کو گاڑی آتی تو وہ اپنے مالک کا استقبال کرتا اور اُن کے ساتھ گھر واپس آتا۔ ''ہاچی'' کا یہ روز کا معمول تھا اور اس میں کبھی فرق نہیں پڑتا تھا۔

ایک صبح جب ڈاکٹر برو گاڑی میں بیٹھ کر یونیورسٹی چلے گئے تو وہاں اُن کی طبیعت خراب ہوگئی اور اُنھیں ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ جہاں اُن کا انتقال ہوگیا، ہاچی اپنی عادت کے مطابق اسٹیشن پر بیٹھا رہا۔ شام کی گاڑی سے پروفیسر نہیں آئے تو وہ پریشان ہوگیا لیکن مایوس نہیں ہوا۔ وہ اسی طرح روزانہ صبح کے وقت اسٹیشن آتا اور شام کی گاڑی کے وقت تک بیٹھا انتظار کرتا رہتا اور پھر منہ لٹکائے واپس آجاتا۔

اس طرح ''ہاچی'' سات سال تک روزانہ بلا ناغہ اپنے مالک کو لینے کے لیے اسٹیشن جاتا رہا۔ دھیرے دھیرے ''ہاچی'' کی شہرت بڑھتی گئی۔ ایک دن ایک اخبار کے نمائندے نے ''ہاچی'' کے بارے میں پوری معلومات حاصل کیں۔ اُس نے اپنے اخبار میں ایک مفصل مضمون لکھا۔ مضمون کی سُرخی تھی: ''سات سال تک مالک کا انتظار''۔

اس مضمون کا چھپنا تھا کہ ''ہاچی'' کا نام ملک کے کونے کونے میں پہنچ گیا اور روز سینکڑوں جاپانی شیبویا اسٹیشن جانے لگے۔ ''ہاچی'' کو دیکھنے کے لیے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔ لیکن ہاچی اُن باتوں سے بے خبر اپنے مالک کا انتظار کرتا رہتا۔ اب تو سارے جاپان میں ہاچی کا نام مشہور ہو گیا۔

۱۹۳۳ء میں جاپان کے ایک مشہور فن کار نے جاپان کی ایک نمائش کے لیے ہاچی مجسمہ تیار کیا۔ یہ مجسمہ اتنا مقبول ہوا کہ جاپانیوں نے پیتل کا ویسا ہی مجسمہ بنوانے کے لیے چندہ جمع کرنا شروع کر دیا، تاکہ اس کا مجسمہ شیبویا اسٹیشن کے سامنے لگوا دیا جائے۔ ۲۱ر اپریل ۱۹۳۴ء کو اس کی نقاب کُشائی کی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے کسی مجسمے کی نقاب کشائی کے وقت جاپان میں اتنا بڑا مجمع کبھی اکٹھا نہیں ہوا تھا۔

پھر اسی طرح کا ایک مجسمہ اڈیے کے شہریوں نے بنوایا، کیونکہ ''ہاچی'' اُن کے شہر میں پیدا ہوا تھا۔ اب تو ''ہاچی'' کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ''ہاچی'' کے نام سے جاپانیوں نے طرح طرح کی چیزیں بنانی شروع کر دیں۔ ہاچی چاکلیٹ، ہاچی بسکٹ، ہاچی کھلونے، غرض بے شمار چیزیں اس کے نام پر بنائی جانے لگیں۔ یہی نہیں جاپان

کے شاعروں نے ہاچی کی وفاداری پر اچھی اچھی نظمیں کہیں اور تھوڑے ہی دنوں میں اُس کے گیت سب کی زبان چڑھ گئے۔ یہاں تک کہ ایک فلم میں بھی ہاچی کو پیش کیا گیا۔

لیکن ہاچی ان تمام باتوں کے بعد بھی اسی طرح اسٹیشن پر اپنے مالک کا انتظار کرتا رہا۔ یہ سلسلہ دس سال تک جاری رہا۔ وہ مرتے دم تک اپنے مالک کو نہ بھولا۔ ۱۹۳۵ء میں ہاچی مر گیا، لیکن جاپانیوں کے گیتوں اور نظموں میں ہاچی اب تک زندہ ہے۔

ہاچی کا جسم ٹوکیو کے قومی عجائب گھر میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ وہ وہاں اس طرح کھڑا ہوا ہے، جیسے اب بھی اپنے مالک کا منتظر ہو۔

جاپان کی حکومت نے ”ہاچی“ کا یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کر کے اُس کی وفاداری کو آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔

۱......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
پرورش کرنا	:	پالنا پوسنا
یادگاری ٹکٹ	:	کسی شخص یا واقعے کے بارے میں ڈاک ٹکٹ

پلّا	:	کُتّے کا چھوٹا بچہ
استقبال	:	پیشوائی۔سواگت
بلاناغہ	:	روزانہ۔مسلسل۔متواتر
معمول	:	وہ بات جو روزانہ کی جائے۔روزانہ کیا جانے والا کام
منہ لٹکائے ہونا	:	مایوس ہونا۔ناراضگی یا شرمندگی سے منہ جھُکانا
متصل	:	پاس۔قریب۔نزدیک
نقاب کشائی کرنا	:	پردہ اُٹھانا۔نمائش کرنا
منتظر	:	انتظار کرنے والا۔راہ تکنے والا
زبان پر چڑھنا	:	وردِ زبان ہونا۔تکیہ کلام ہونا

۲......سوالات

۱۔ بڑے لوگوں کے نام ڈاک ٹکٹ کیوں جاری کیے جاتے ہیں؟

۲۔ ''ہاچی'' کا معمول کیا تھا؟

۳۔ جاپان کے لوگوں نے ہاچی کا مجسمہ کیوں بنوایا؟

۴۔ جاپانیوں کے گیتوں اور نظموں میں کِس کا نام زندہ ہے؟

۳...... لکھیے:

ہندوستان کے پانچ مشہور لوگوں کے نام لکھیے جن کے نام سے ڈاک ٹکٹ جاری کیے گئے ہیں۔

۴...... غور کیجیے اور بتایئے:

۱۔ ہاچی اپنے مالک کا انتظار کرتا رہا۔

۲۔ مالک نے ہاچی کو بیچ دیا۔

۳۔ ہاچی کا مجسمہ اسٹیشن کے سامنے لگوایا گیا۔

☆ پہلے جملے میں ہاچی ایک کام کر رہا ہے۔ کام کرنے والے کو فاعل کہتے ہیں۔ یہاں ہاچی حالتِ فاعلی میں ہے۔

☆ دوسرے جملے میں بیچنے کا کام مالک نے کیا اور بیچنے کے کام کا اثر ہاچی پر پڑا۔ اس طرح کام کا اثر جس اسم پر پڑے، اُسے مفعول کہتے ہیں۔ یہاں ہاچی حالت مفعول میں ہے۔

☆ تیسرے جملے میں ہاچی کا تعلق مجسمے سے ہے، جو لفظ 'کا' سے قائم ہوا ہے۔ اس لفظ 'کا' کو اضافت کہتے ہیں۔ 'ہاچی کا مجسمہ' میں مجسمہ مضاف اور ہاچی مضاف الیہ کہلاتا ہے اور یہاں حالتِ اضافی میں ہے۔ اس سبق میں سے کم از کم تین ایسے جملے تلاش کیجیے جن میں اسم حالتِ فاعلی، حالتِ مفعولی اور حالتِ اضافی میں استعمال ہوئے ہوں۔

شُکر گزاری

شاخیں جس طرح شجر کی
کرتی ہیں جڑوں سے جذب پانی

ہو کر تر و تازہ پھر جو دیکھو
واپس کر دیتی ہیں اس کو

یا جیسے سمندروں کا پانی
بن بن کے سحابِ آسمانی

برساتے ہیں بے شمار قطرے
پانی پھر وہی دیکھو سمٹ کے

دریاؤں کے راستے مکرّر
گرتا ہے سمندروں کے اندر

دل شُکر گزار آدمی کا
اس کا بھی یہی ہے ٹھیک نقشہ

محسن سے جو نفع ہے اُٹھاتا
یعنی جو کچھ ہے فیض پاتا

ہے اس کا یہ اعتراف پیہم
کرتا رہتا ہے شاد و خرّم

احسان ہی کے معاوضے پر
رہتی ہے نگاہ اس کی یکسر

محسن کو جو فائدے ہوں حاصل
خوش ہوتا ہے اس کا باوفا دل

خندہ روئی کے ساتھ ہر آن
کرتا ہے قبول اس کے احسان

محسن سے اپنے اک عقیدت
اس کے دل میں نظر میں عزّت

حدِ امکاں سے ہے جو باہر
احسان کا معاوضہ تو اکثر

رہتا ہے ادائے شکر سے یاد
رکھتا ہے مہربانیاں یاد

دل سے کرتا نہیں فراموش
احسان محسن کا اپنے حق کوش

صفی لکھنوی

ا.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
شجر	:	درخت۔پیڑ
جذب کرنا	:	چوسنا
سحاب	:	بادل
مکرّر	:	دوبارہ
نقشہ	:	صورت۔طرز۔طریقہ

مُحسن	:	احسان کرنے والا
فیض	:	فائدہ۔نیکی
اعتراف	:	تسلیم کرنا۔ماننا
پیہم	:	لگاتار۔مسلسل۔ساتھ ساتھ
خرّم	:	خوش۔شادمان

معاوضہ	:	بدلہ۔مزدُوری
فراموش	:	بُھولنا
نگاہ	:	نظر
آن	:	وقت۔لمحہ۔پل
خندہ روئی	:	خوش مزاجی۔شگفتہ روئی

حق کوش	:	سچائی کے لیے کوشش کرنے والا۔سچّا

۲......سوالات

ا۔ بادل سمندر کا احسان کس طرح چُکاتے ہیں؟

۲۔ شکرگزار آدمی اگر احسان کا بدلہ نہیں چُکا پاتا ہے تو کم از کم اپنے محسن کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتا ہے؟

۳......نثر میں لکھیے:

ا۔کرتی ہیں جڑوں سے جذب پانی	=	جڑوں سے پانی جذب کرتی ہیں (مثال)
۲۔ واپس کردیتی ہیں اس کو	=	....
۳۔ برساتے ہیں بے شمار قطرے	=	....
۴۔ گرتا ہے سمندروں کے اندر	=	....

۵۔ کرتا ہے قبول اُس کے احسان = ...

۴......سمجھیے اور لکھیے :

ا۔ اس نظم کا خلاصہ لکھیے۔
۲۔ اس نظم میں شاعر نے پن چکر (Water cycle) کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وضاحت کیجیے۔

۵......غور کرنے کی باتیں

ا۔ زمین کی سطح پر کوئی ۱۵۰۰ ملین مکعب کلومیٹر پانی موجود ہے۔ اس میں سے ۹۸ء۳ فیصد حصہ سمندروں میں اور ا۰۶ فیصد یخ کی صورت میں ہے۔ باقی حصہ زمین کے اندر ہے جس میں تھوڑا بہت جھیلوں اور دریاؤں میں ہے۔ اس پانی میں مختلف قسم کی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں پن چکر (Water Cycle) کہلاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ پانی کی کافی کم تعداد استعمال کے قابل ہے۔
۲۔ صاف پانی ہم سب کے لیے نہایت ہی ضروری ہے۔ ہم پانی کے بغیر زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ جو پانی ہم پینے یا کھانا پکانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، وہ بالکل صاف ہونا چاہیے۔ بدقسمتی سے پینے کے پانی کی مقدار روز بروز کم ہو رہی ہے۔ ذرا غور کریں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ اس کے لیے ذمہ دار وجوہات قلمبند کیجیے۔

تین کہانیاں

HGXG66

بچو! آپ نے کہانیاں تو سُنی ہوں گی۔ دادی اماں کی کہانیاں، نانی اماں کی کہانیاں اور نہ جانے کِس کِس سے کون سی کہانیاں۔ آج آپ اس سبق میں تین کہانیاں پڑھیں گے، جو ہیں تو مختصر سی کہانیاں، لیکن آپ کو اِن کا مطالعہ کرتے ہوئے بڑا مزہ آئے گا۔ لیجیے شروع کرتے ہیں تین کہانیاں:

پہلی کہانی......چالاک بندر

کِسی دریا کے کنارے ایک آم کا درخت تھا۔ اس درخت پر ایک بندر رہتا تھا۔ اس دریا میں ایک مگر مچھ بھی رہتا تھا۔ دونوں میں بہت دوستی تھی۔ مگر مچھ بندر سے ملنے کے لیے آتا تو بندر اُسے میٹھے آم کھانے کو دیتا۔ کبھی کبھی مگر مچھ وہ آم اپنی بیوی کو کھلاتا۔ ایک دِن مگر مچھ کی بیوی نے مگر مچھ سے کہا: ''تمہارا دوست بندر روز میٹھے آم کھاتا ہے۔ اس کا دل بہت میٹھا ہوگا۔ میں اس کا دِل کھانا چاہتی ہوں''۔ پہلے تو مگر مچھ نے انکار کیا، لیکن بعد میں اس کی بات مان لی۔ مگر مچھ بندر کے پاس گیا اور کہا: ''دوست! آج میرے گھر تمہاری دعوت ہے''۔ بندر مان گیا۔ مگر مچھ بندر کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر لے چلا۔ جب وہ

دریا کے بیچ میں پہنچے تو مگرمچھ نے بندر سے اپنے دِل کی بات کہی۔ بندر پہلے تو گھبرایا لیکن پھر بڑی چالاکی سے بولا: ''بھائی! میرا دِل تو درخت پر رہ گیا، اُس وقت تم نے کیوں نہ کہا، میں ساتھ لیتا آتا، اب واپس جا کر لانا ہوگا''۔

مگرمچھ کنارے کی طرف واپس آیا۔ کنارے پر آکر بندر درخت پر چڑھ گیا۔ مگرمچھ انتظار کرتا رہا۔ دیر ہوگئی تو اُس نے بندر کو پکارا۔ بندر نے کہا: ''دوست! تم نے مجھے دھوکا دیا، اب میں دھوکے میں نہیں آؤں گا، تم جا سکتے ہو''۔ مگرمچھ اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔ اس کے بعد بندر نے کبھی مگرمچھ کو آم نہیں دِیے۔

دوسری کہانی......ظالم بادشاہ

ایک بادشاہ بڑا ظالم تھا اور اپنے ظلم کے لیے بہت بدنام تھا۔ اسی زمانے کی بات ہے، شہر میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ سب امیر و غریب دِل سے ان کی عزت کرتے تھے۔ بزرگ جو کچھ کہتے، سب لوگ توجہ سے سُنتے۔ ایک دِن کچھ لوگوں نے بزرگ سے کہا: ''اِس ظالم بادشاہ کو آپ ہی کچھ سمجھائیں تاکہ یہ ظلم کرنا چھوڑ دے''۔

بزرگ نے جواب دیا: ''سچی باتیں سچے آدمی ہی سُنتے ہیں۔ جو آدمی محبت، دوستی اور نیکی کی باتیں چھوڑ کر دشمنی کرنے لگا ہو، اس پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا''۔

سچ ہی کہا بزرگ نے۔ جب آدمی انسانیت کے اعلیٰ درجے سے خود کو گرا دیتا ہے اور بُرے کاموں میں لگ جاتا ہے، تو اُس کا ضمیر مر جاتا ہے اور کسی بھی نیک بات کا اُس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

تیسری کہانی..........نیک امیر

ایک دِن کی بات ہے کہ ایک یتیم بچے کے پاؤں میں کانٹا چُبھ گیا۔ بچہ تکلیف سے چلّا رہا تھا۔ ایک امیر آدمی گھوڑے پر سوار اُدھر سے گزرا۔ امیر بڑا نیک دل تھا۔ گھوڑے سے اُتر کر بچے کے پاس گیا۔ اس نے پہلے تو بچے کا پاؤں اپنی گود میں لے کر کانٹا نکالا۔ پھر زخم پر پٹی باندھ دی اور تب اُسے گھوڑے پر بٹھا کر اُس کے گھر چھوڑ آیا۔

کچھ دِن بعد اُس امیر آدمی کا انتقال ہو گیا۔ کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ امیر آدمی اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے کہ ''وہ کتنا مہربان خدا ہے، جس نے مجھے ایک سوکھے کانٹے کے بدلے جنت کے باغ دیے ہیں''۔

ا.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
ظالم	:	ظلم کرنے والا
ضمیر	:	دل۔ دماغ
مختصر	:	چھوٹا/چھوٹی
اپنا سا منہ لے کر جانا	:	ناکام واپس لوٹنا
بدنام	:	وہ شخص جو خراب شہرت رکھتا ہو
انتقال	:	مرنا
پیٹھ	:	کمر
یتیم	:	جس کا باپ نہ ہو
مطالعہ	:	پڑھنا

یتیم : جس کی ماں یا باپ مرگیا ہو

۲......سوالات

۱۔ بندر کہاں رہتا تھا؟
۲۔ مگرمچھ کی بیوی نے بندر کا دِل کیوں کھانا چاہا؟
۳۔ بندر نے اپنی جان کیسے بچائی؟
۴۔ مگرمچھ کا کیا نقصان ہوا؟
۵۔ ظالم بادشاہ کس کام کے لیے بدنام تھا؟
٦۔ بزرگ کے جواب کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔
۷۔ امیر آدمی کس پر سوار تھا؟
۸۔ امیر آدمی نے بچے کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
۹۔ امیر آدمی کو مرنے کے بعد کہاں جگہ ملی؟

۳......درست الفاظ چُن کر خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

۱۔ دریا کے کنارے ایک................کا درخت تھا۔(آم،سیب)
۲۔ میں اس کا......................کھانا چاہتی ہوں۔(دل،جگر)
۳۔ مگرمچھ کنارے کی طرف......................آیا۔(واپس،لوٹ کے)
۴۔ بادشاہ ظلم کے لیے بہت................تھا۔(بدنام،مشہور)

۵۔ .... باتیں سچے آدمی ہی سُنتے ہیں۔(سچی،جھوٹی)
٦۔ امیر بڑا نیک.................تھا۔(دِل،صفت)
٧۔ پھر زخم پر........................باندھ دی۔(پٹی،مرہم پٹی)

۴......مندرجہ ذیل لفظوں سے جملے بنایئے

ظالم۔ بزرگ۔ عزت۔ کانٹا۔ زخم۔ نیک دِل۔ خواب۔ جنت

۵......مرکب فعلوں پر غور کیجیے اور جملوں میں استعمال کیجیے:

انکار کرنا۔ مان لینا۔ انتظار کرنا۔ دیر ہونا۔ دھوکا دینا۔ یہ بھی معلوم کیجیے کہ ان فعلوں میں ''کرنا'' اور ''ہونا'' کو ایک دوسرے کے ساتھ تبدیل کرنے سے کیا فرق پیدا ہوتا ہے۔ بعض دوسرے فعلوں میں اِس فرق پر غور کیجیے اور جملے بنا کر اِس فرق کو سمجھیے۔

٦......تین کہانیاں پڑھ کر اِن سے جو سبق ملتا ہے، اُس کو ترتیب وار اپنے لفظوں میں لکھیے۔

سرینگر سے کرگل تک

بچّو! آپ جانتے ہیں لدّاخ کے دو ضلعے ہیں: ضلع لیہہ اور ضلع کرگل۔ ضلع لیہہ کا صدر مقام لیہہ کا قصبہ ہے اور کرگل ضلعے کا صدر مقام قصبۂ کرگل ہے۔ کرگل لیہہ قصبہ سے ۲۰۴ کلومیٹر دُور ہے۔ آج کل لداخ جانے کے لیے رسل ورسایل کے ذرایع بس، ٹرک، جیپ، کار، سومو اور دیگر قسم کی چھوٹی گاڑیوں کے علاوہ ہوائی جہاز وغیرہ ہیں۔ سرینگر سے لیہہ جانے والی ساری گاڑیاں کرگل سے گزرتے ہوئے جاتی ہیں۔

کرگل، سرینگر سے دو سو دس کلومیٹر دور ہے۔ سرینگر سے لیہہ جانے والی گاڑیاں رات کو کرگل میں رُکتی ہیں۔ سرینگر سے چلنے والی گاڑیاں گاندربل اور کنگن سے ہوتی

ہوئیں مشہور صحت افزا مقام ''سونہ مرگ'' پہنچتی ہیں۔ سونہ مرگ ایک چھوٹی سی وادی ہے، جو سر بہ فلک پہاڑوں، چیڑ اور دیودار کے سر سبز اور بلند و بالا درختوں اور خُوبصورت سبزہ زاروں کے لیے کافی مشہور ہے۔ یہ جگہ سیاحوں کے لیے باعثِ کشش ہے۔ اس وادی کے بیچوں بیچ ایک ندی بہتی ہے جس کا پانی بلّور کی طرح صاف وشفاف ہے۔ یہ ندی اس مقام کے قدرتی حُسن کو چار چاند لگاتی ہے۔

لداخ جانے والی گاڑیاں یہاں تھوڑی دیر رُکتی ہیں۔ تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد ''بال تل'' نام کا ایک چھوٹا سا گاؤں آتا ہے۔ سونہ مرگ اور ''بال تل'' کشمیری الفاظ ہیں۔ سونہ مرگ کے معنی ''سونے کی چراگاہ'' اور ''بال تل'' کا مطلب ہے پہاڑ کے نیچے۔ یہ جگہ چاروں طرف سے آسمان کو چُھوتے ہوئے پہاڑوں سے گھِری ہوئی ہے۔ دائیں طرف کے پہاڑوں میں دُور اُوپر امرناتھ کا مشہور تیرتھ استھان ہے اور بائیں جانب زوجیلا کی سڑک، موجودہ دور کی سائنسی ترقی اور انجینئرنگ کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ زوجیلا درّے کو عبور کرنے کے بعد انسان ایک الگ ہی دُنیا میں پہنچتا ہے۔ یہاں سے آگے چل کر ہر طرف وادیاں اور وسیع وعریض مرغزار دکھائی دیتے ہیں۔ لدّاخ حقیقی معنوں میں یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ یہیں سے ہم ایک طرح کے جغرافیائی فرق کو محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ایک طرف کشمیر کے برف پوش پہاڑ، سرسبز وادیاں، گھنے جنگل اور دوسری طرف تاحدِ نگاہ چٹیل اور بلند و بالا پہاڑوں کا طویل سلسلہ، جہاں نباتات نام کی کوئی چیز نہیں آتی۔ پہاڑوں پر سے گذرتی ہوئی سرینگر—— لیہہ شاہراہ پر لدّاخ کا پہلا گاؤں ''متائین'' نظر آتا ہے۔ لدّاخ کے طرزِ

زندگی، ثقافت اور زبان کا نمونہ لداخ کے سفر کے دوران پہلی بار ہمیں یہیں ملتا ہے۔ مٹائین کے بعد ''دراس'' آتا ہے، جو دُنیا میں سائبیریا کے بعد دوسرا سرد ترین مقام ہے۔

دراس میں درجۂ حرارت سردیوں کے موسم میں منفی پینتالیس ڈگری تک گر جاتا ہے۔ دَراس میں اگرچہ بہت کم بارش ہوتی ہے لیکن یہ چھوٹا سا خطہ سرسبز و شاداب ہے۔ یہاں پر جدید طرز کے متعدد فارم نظر آتے ہیں۔ یہاں ایسے مکانات تعمیر ہوئے ہیں جو شمسی توانائی سے گرم رہتے ہیں۔

دراس سے گزرنے کے بعد ننگے پہاڑوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ شاہراہ دریائے دراس کے کنارے کنارے ہوتی ہوئی ''کھربو'' نام کے گاؤں سے گذرتی ہے۔ دور چوٹیوں پر جب غُروب ہوتے سُورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے سارے پہاڑوں پر سونے کی چادر چڑھائی گئی ہے۔ ایسے ہی حیرت انگیز قدرتی نظارے دیکھتے ہوئے ہم شام کے وقت کرگل پہنچتے ہیں۔

لیہہ کے بعد کرگل لدّاخ کا سب سے زیادہ آباد اور بارُونق قصبہ ہے۔ یہ قصبہ ننگے پہاڑوں اور تنگ پتھریلی وادیوں کے درمیان بہنے والے دریائے سورو کے کناروں پر آباد ہے۔ اسی لیے اسے سورو ویلی بھی کہا جاتا ہے۔ کرگل کی اُونچائی سطحِ سمندر سے تقریباً دو ہزار سات سو پچاس میٹر ہے۔ یہاں کی ناقابل کاشت زمین کو قابل کاشت بنایا گیا ہے۔ کرگل کی آبادی کئی ہزار کے قریب ہے۔ سرینگر — لیہہ شاہراہ کرگل قصبہ کے بیچوں بیچ گزرتی ہے۔ سرینگر سے لیہہ جانے والی اور لیہہ سے سرینگر آنے والی

اکثر گاڑیاں رات کو کرگل میں ہی ٹھہرتی ہیں، جس سے اس جگہ کی رونق میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ سیّاحوں اور دیگر مُسافروں کی آمد کی وجہ سے یہاں کئی ہوٹل اور بازار وجود میں آ گئے ہیں، جس کا اچھا اثر یہاں کی معیشت پر بھی پڑا ہے۔

کرگل میں ہر طرف بید کے درخت نظر آتے ہیں۔ ان سے یہاں کے لوگوں کی ایندھن اور چارے وغیرہ کی ضرورت پُوری ہو جاتی ہے۔ اس جگہ چھوٹے سیب، خُوبانی اور دوسرے پھلوں کے ساتھ ساتھ جوار اور گیہوں کی پیداوار بھی ہوتی ہے۔ یہاں کے پھل چھوٹے چھوٹے مگر بہت رس دار اور میٹھے ہوتے ہیں۔ اس چھوٹے سے قطعۂ زمین سے زیادہ زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی غرض سے یہاں عموماً سال میں دو فصلیں اُگائی جاتی ہیں۔ گو یہ علاقہ مُلک سے الگ تھلگ ہونے اور جغرافیائی وجوہات کی بناء پر تعلیمی اور معاشی لحاظ سے پس ماندہ ہے مگر اب جدید تعلیم کی طرف خاص توجہ دی جانے لگی ہے۔ اب زیادہ سے زیادہ بچے اسکول جاتے ہیں۔ اب یہاں بہت سے تعلیمی ادارے موجود ہیں، جن میں پرائمری و مڈل اسکول، ہائر سیکنڈری اسکول اور ڈگری کالج شامل ہیں۔ کئی اسکول خالص لڑکیوں کے لیے ہیں۔ اگرچہ لداخ کی شرح خواندگی بہت کم ہے مگر تعلیم کی طرف رغبت کی وجہ سے اس شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آج ملک کے دوسرے حصوں کی طرح کرگل میں بھی مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی کثیر تعداد مختلف سرکاری دفاتر، ہسپتالوں اور تعلیمی اداروں میں کام کر رہی ہے۔ سرکاری تعلیمی اداروں کے علاوہ کرگل میں بہت سے نجی اسکول بھی کام کر رہے ہیں۔ ضلع کے سرکاری دفاتر کی نئی عمارتیں کرگل سے تقریباً چار کلومیٹر دُور ''بڑو'' میں تعمیر کی گئی ہیں۔ بڑو میں

ایک خانقاہ ہے جو پورے لداخ میں مشہور ہے۔ اس خانقاہ کی زیارت کے لیے ہر فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ دور دور سے آتے ہیں اور عقیدت کے پھول چڑھاتے ہیں۔

کرگل کا قصبہ نباتات کی وجہ سے صحرا میں نخلستان کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ کرگل کے بیچوں بیچ بہنے والا صاف و شفاف پانی کا دریا دریائے سورؤ اس مقام کی قدرتی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ دریا آس پاس بھورے ننگے پہاڑوں کے درمیان قدرت کا ایک شاہکار نظر آتا ہے۔ اس قصبہ کے آس پاس بہت سے چھوٹے چھوٹے گاؤں آباد ہیں۔ ان دیہات میں رہنے والے لوگوں کو عام ضروریات کی چیزیں حاصل کرنے کے لیے کرگل ہی آنا پڑتا ہے۔ ملک اور بیرون ملک سے آنے والے سیّاحوں کے لیے بھی یہ جگہ باعث کشش بن گئی ہے۔ کئی سرکاری دفاتر، فارمز اور ہوائی اڈہ کی تعمیر اور دیگر وجوہات کی بناء پر کرگل کی اہمیت میں دن دوگنا رات چوگنا اضافہ ہو رہا ہے۔ اناج کی وافر فراہمی، سڑکوں کی تعمیر اور مقامی پیداوار میں اضافے نے یہاں کے لوگوں کی اُن تکالیف کا کافی حد تک ازالہ کیا ہے، جن سے اُنہیں ماضی میں دوچار ہونا پڑتا تھا۔

کرگل میں مسلمان اور بودھ آباد ہیں۔ ان کا لباس اور رہن سہن ایک جیسا ہے۔ یہاں کے لوگ بودھی، پُرکی اور بلتی بولتے ہیں۔ البتہ اکثر لوگوں کی زبان بلتی ہے۔ کچھ لوگ دردی یا شینا بھی بولتے ہیں۔ یہاں بُدھ وہار، خانقاہیں، گونپے، مساجد اور امام باڑے پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں اور سب لوگ ان کا برابر احترام کرتے ہیں۔ یہاں کا

مخصوص لباس لمبا چوغہ ہے جسے گونچا کہا جاتا ہے۔عورت اور مرد دونوں ہی اس چوغے کے ساتھ کمر بند کا استعمال کرتے ہیں۔ ملک کے دیگر حصوں کے ساتھ میل جول اور ثقافتی اثرات کے تحت نوجوان جدید یورپی انداز کے لباس مثلاً پتلون، کوٹ، جیکٹ اور جینز پہنتے ہیں لیکن پھر بھی لوگ مذہبی، تہذیبی اور ثقافتی قدروں کا لحاظ رکھتے ہیں۔

ا.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
خطّہ	:	زمین کا گِھرا ہوا حصّہ۔ ملک۔ سرزمین
منقسم	:	تقسیم کیا ہوا۔ بانٹا ہوا
زیرِ تعمیر	:	جو تعمیر ہو رہا ہے
صحت افزا مقام	:	صحت کو بہتر بنانے والی جگہ۔ تندرستی کے لیے مفید جگہ
سر بہ فلک	:	بہت اونچا۔ بہت بلند۔ آسمان کو چھونے والا
بلند و بالا	:	اُونچے قد کا۔ دراز قد
بلّور	:	شیشہ۔ ایک معدنی چمک دار جوہر کا نام۔ صاف
درّہ	:	دو پہاڑوں کے درمیان کا راستہ۔ گھاٹی
تیرتھ استھان	:	مقدس مقام۔ زیارت گاہ

مرغزار	:	سرسبز میدان۔ چراگاہ
برف پوش	:	برف سے ڈھکا ہوا
تاحدِ نگاہ	:	جہاں تک نظر جائے۔ بہت دور تک
چٹیل	:	وہ میدان جہاں کوئی گھاس یا درخت نہ ہو
لامتنہی	:	نہ ختم ہونے والا۔ جس کی کوئی حد نہ ہو
نباتات	:	نبات کی جمع۔ پودے۔ سبزیاں۔ ترکاری
جدید طرز	:	نیا ڈھنگ۔ نیا طریقہ
شمسی توانائی	:	دھوپ سے حاصل ہونے والی طاقت
حیرت انگیز	:	حیرت میں ڈالنے والا۔ حیران کرنے والا
ایندھن	:	جلانے کی چیزیں۔ لکڑی
قطعۂ زمین	:	زمین کا ٹکڑا
شرحِ خواندگی	:	پڑھائی کی شرح، پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد
رغبت	:	دل چسپی۔ لگاؤ
نجی اسکول	:	پرائیویٹ اسکول۔ لوگوں کے ذاتی طور پر چلائے جانے والے اسکول
نخلستان	:	صحرا میں وہ جگہ جہاں درخت اُگے ہوں
اضافہ	:	زیادتی
باعثِ کشش	:	کشش کی وجہ

وافر	:	کافی۔کافی تعداد میں
پس ماندہ	:	پچھڑا ہوا، پیچھے رہ جانے والا

۲......سوالات

۱۔ سرینگر سے کرگل تک کون کون سے قابلِ ذکر مقامات ہیں؟

۲۔ سونہ مرگ کے بارے میں چند جملے لکھیے؟

۳۔ دراس کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔چند جملوں میں بیان کیجیے؟

۴۔ کرگل کس دریا کے کنارے آباد ہے اور یہاں کون کون سے پھل اُگتے ہیں؟

۵۔ کرگل کے لوگوں کے طرزِ زندگی پر روشنی ڈالیے؟

۴...... تلاش کیجیے اور معنی معلوم کیجیے:

''چار چاند لگنا''، ''آسمان کو چھونا'' محاورے ہیں۔آپ سبق میں موجود اسی طرح کے پانچ محاورے تلاش کیجیے اور اُن کے معنی لکھیے؟

۵......سمجھیے اور کیجیے:

۱۔ لفظ ''بارونق'' میں ''با'' سابقہ ہے۔آپ یہی سابقہ (با) استعمال کر کے پانچ

الفاظ لکھیے۔

۲۔ درج ذیل واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیے :

ذرائع۔ شاہراہ۔ خطہ۔ کرن۔ فصلیں۔

دفاتر۔ قصبہ۔ وجہ۔ تکلیف۔ مسجد۔

۶.....توضیحات

سرینگر لیہہ قومی شاہراہ پر واقع سونہ مرگ ایک صحت افزا مقام ہے۔ یہ جگہ سطح سمندر سے ۳۰۰۰ میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ سونہ مرگ کے گلیشر کافی مشہور ہیں۔ اس کا مشہور گلیشر سونہ مرگ سے قریب سات کلومیٹر دور ہے۔

سونہ مرگ کے چاروں طرف مختلف قسم کے سرسبز اور شاداب جنگل ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ ان جنگلوں کو بے تحاشا کاٹا جا رہا ہے۔ جنگلوں کے بے تحاشا کٹاؤ کی وجہ سے یہاں کے آب و ہوا پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے۔ درجہ حرارت بڑھ رہا ہے، اب یہاں پر پہلے جیسی برف نہیں پڑتی۔ گلیشر سرعت کے ساتھ پگھل رہے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ گلیشروں سے حاصل ہونے والے پانی کی مقدار بھی گھٹ رہی ہے۔

سونہ مرگ کی خوبصورتی کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم کاٹے ہوئے درختوں کی جگہ نئے درخت لگائیں۔

سونہ مرگ سے اوپر درّہ زوجیلہ کے آس پاس بھوج پتر (برزہ) کے درخت پائے جاتے ہیں۔ برزہ کے درخت سطح سمندر سے ۹۰۰۰ سے ۱۳۰۰۰ فٹ کی بلندی پر اُگتے ہیں۔

نیوٹن کا کارنامہ

(۱۶۴۲ء۔۱۷۲۷ء)

درختوں سے پھل گرتے کس نے نہیں دیکھتے مگر جب سیب کا ایک ٹکڑا نیوٹن کے سر پر پڑا تو انسانی علم اور فکر کی تاریخ کا ایک نیا باب کھل گیا۔ کیونکہ اس واقعہ سے سائنسدانوں نے کشش ثقل کے وہ اصول اخذ کیے جنہوں نے آج کل کی سائنس کے سارے خدوخال کی تربیت کی۔

ماڈرن سائنس جسے گیلیلو اور اس کے پیشروؤں نے اپنے خون سے سینچا تھا۔ نیوٹن تک پہنچتے ہوئے ایک تناور پودا بن گیا۔ جس کی مزید نشوونما کو ناسازگار ہوا کے جھونکوں سے کوئی خطرہ نہ رہا۔ نیوٹن کے عہد میں ریاضی، نجوم (ستاروں کا علم) اور فزیکس جیسے علوم بلوغت کو پہنچے۔

۱۶۴۲ء میں جب روم کی جیل میں گیلیلو دم توڑ رہا تھا۔ انگلینڈ کے ایک چھوٹے گاؤں میں باپ کی وفات کے بعد ایک بیوہ ماں کے بطن سے زمانہ حاضرہ کا بابائے سائنس ایک لاغر اور بیمار بچے کی شکل میں اس دنیا میں وارد ہوا۔ ماں کی دوبارہ شادی پر اس کی پرورش اس کی دادی نے کی۔ نئے خاوند کی وفات کے بعد ماں نے اسے واپس

بلا لیا۔اس وقت نیوٹن ۱۴ سال کا تھا۔

وہ کبھی مشینوں کے نمونے بنا کر کھیلتا، کبھی شاعری پر قلم آزمائی کرتا اور کبھی کمرے کی دیواروں پر کوئلے سے تصویریں بناتا مگر اس کی ماں اسے فنکار بنانا چاہتی تھی نہ کہ سائنسداں۔اس سے پڑھائی چھڑا کر کھیت کے کام میں لگا دیا گیا۔ایک بار اس کے چچا نے اس سے کام سے فرار ہو کر چوری چھپے کتابیں پڑھتے دیکھ کر کہا۔تم آوارہ گرد بنو گے یا ذہین ترین انسان۔ چچا کے کہنے پر اس کی ماں اسے مزید تعلیم کے لیے کیمبرج بھیجنے کے لیے رضا مند ہو گئی۔ جہاں چار سال بعد ۲۳ سال کی عمر میں اس نے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔

ڈیڑھ دو برس بعد نیوٹن کو کیمبرج میں معلم کی ایک معمولی سی نوکری مل گئی۔مگر اس نے تیزی سے ترقی کی۔اور ۲۷ سال کی عمر میں ریاضی کا مکمل پروفیسر بن گیا۔

نیوٹن نے اس کے بعد اپنی دریافتوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع کیا۔روشنی پر تجربے کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ سفید روشنی دراصل سات رنگوں کی روشنیوں کا مرکب ہے جنہیں الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔اس نے چیزوں کی حرکت کے بارے میں تین اصول دریافت کیے۔ پہلا اصول یہ ہے کہ کوئی ساکن چیز تب تک متحرک نہیں ہوگی اور کوئی متحرک چیز تب تک ساکن نہیں ہوگی جب تک اس پر طاقت کا استعمال نہ کیا جائے۔دوسرے اصول کے مطابق حرکت کی رفتار طاقت کے تناسب سے بدلتی ہے۔ تیسرے اصول میں اس نے بتایا کہ ہر عمل کا مساوی اور الٹا ردِ عمل ہوتا ہے ان اصولوں نے نہ صرف سائنس کے علم کو ایک نئی وسعت دی بلکہ عملی ایجادوں کو بھی فروغ دیا۔

کشش ثقل کی دریافت جس کا راز اس نے ایک سیب کو گرتے دیکھ کر بتایا تھا۔ نیوٹن کا سائنس کی دنیا کو سب سے قیمتی تحفہ تھا۔ اس نے بتایا کہ مادہ کا ہر زرہ دوسرے زرے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس باہمی کشش سے یہ نظام شمسی اور ستاروں و سیاروں کے نظام قائم ہیں اور اپنے مخصوص طریقہ سے متحرک ہیں۔ اس اصول کی مدد سے نیوٹن نے زمین اور سورج کے وزن کا شمار کیا۔ سمندری جوار بھاٹا کو بھی اس نے چاند اور سورج کی کشش کا نتیجہ قرار دیا۔

نیوٹن نے ریاضی کے علم میں کچھ نئے اضافے کیے جن سے آج سبھی علوم مستفید ہو رہے ہیں۔ کیونکہ نئی حدوں کو چھونے کے بعد ریاضی کا اطلاق نہ صرف زیادہ وسیع قسم کے مسائل پر ہونا ممکن ہو گیا بلکہ مختصر فارموں نے لمبے چوڑے اربعوں کی جگہ لے لی۔

نیوٹن اپنے تخیل کی اڑان سے معلوم علم کی حدوں کو پھاندتا قدرت کی گہرائیوں تک پہنچ کر اس کے راز ڈھونڈ لاتا تھا جن کے مفہوم کو وہ اپنے سائنسی دماغ سے آشکارہ کرتا۔ سائنس کے میدان میں اس کا یہ شاعرانہ انداز اس کی ذاتی زندگی میں بھی نمایاں تھا۔ نیوٹن اپنی بنائی ہوئی دنیا میں ہی بستا تھا۔ اسے اکثر اپنے لباس، رہنے سہنے کے ڈھنگ اور کھانے پینے کی سُدھ نہ رہتی تھی۔

ریاضی کی مشقوں سے نیوٹن کا بنیادی مقصد اپنا جی بہلاوا تھا۔ وہ سائنس کے تجربے محض اپنی تسکین کے لیے کرتا تھا اسے اپنی دریافت اور ایجاد شائع کرنے کا شوق نہ تھا۔ اس نے اپنے دوستوں سے کہا ”میں کچھ بھی شائع نہیں کروں گا کیونکہ اس سے جانکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے“۔

بیس سال تک اس نے اپنے مطالعہ کے بہترین نتائج کو چھپا کر رکھا۔ آخر ایک دوست کی ان پر نظر پڑ گئی۔ جس نے اسے قائل کیا کہ سماج کے تئیں اس کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ اس کے مجبور کرنے پر اس نے لاطینی زبان میں جو کہ اس زمانہ میں سائنس کی زبان تھی، تین جلد میں شائع کیں جن کا عنوان تھا ''سائنس کے ریاضی اصول''۔ یہ کتابیں انسانی علم کو کئی مراحل آگے لے جانے کا باعث اور آنے والی ساری سائنس کی بنیاد بنیں۔ مگر نیوٹن کے زمانہ میں ان سے کوئی خاص ہلچل نہ پیدا ہو سکی۔ کیونکہ یہ اکثر عالموں کی سمجھ سے بھی بالاتر تھیں۔

سائنسداں کے طور پر اپنے کمال اور عروج تک پہنچ کر نیوٹن کا دل سائنس سے بھر گیا اور اسے سیاسی درباری پوزیشن کی خواہش ہوئی۔ اس نے جیمز دوئم کی حکومت کی مخالفت کی اور اس کی حکومت کے خاتمہ اور ولیم میری کی تخت نشینی کے بعد نیا دستور بنانے والی کنونشن کا ممبر بنا مگر بادشاہ نیوٹن کی سیاسی قابلیت سے متاثر نہ ہوا اور اسے محض ایک فلسفی ہی سمجھتا رہا۔

نیوٹن ۶۱ سال کی عمر میں سائنس اکادمی کا صدر بن چکا تھا۔ دو سال بعد وہ سر کے خطاب سے بھی نوازا گیا۔ اب وہ انگلینڈ کی اونچی سوسائٹی کا ممبر تھا۔

اونچی سوسائٹی بھی نیوٹن کو زیادہ دیر تک راس نہ آئی۔ دولت اور دکھاوے کی دنیا سائنس کی دنیا سے بہتر ثابت نہ ہو سکی اور اس نے محسوس کیا کہ درباری ہونا سائنسداں بننے سے بہتر نہیں۔

آخری عمر میں نیوٹن اپنی تجربہ گاہ پر واپس چلا گیا۔ اس دنیا میں جو اس نے اپنے

لیے بسائی تھی اور جہاں سے اس نے وقتی طور پر فرار حاصل کیا تھا اس نے ۸۵ سال کی عمر میں اس جہاں سے کوچ کیا۔

ا.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
کششِ ثقل	:	وہ کشش جس سے اجسام زمین کے مرکز کی طرف مائل ہوتے ہیں
پیشرو	:	آگے آگے چلنے والا
تناور پودا	:	موٹا تازہ پودا۔ بڑا پودا
نشوونما	:	پھلنا۔ پھولنا
بلوغت	:	جوانی۔ بالغ ہوجانا
بطن	:	پیٹ۔ شکم
لاغر	:	دُبلا پتلا۔ کمزور
قلم آزمائی کرنا	:	لِکھنا۔ تحریر کرنا
آوارہ گرد	:	مارا مارا پھرنے والا۔ بدچلن
مساوی	:	برابر
جوار بھاٹا	:	سمندر کا اُتار چڑھاؤ

اربع : چار

فرار حاصل کرنا : بھاگ جانا

دریافت : کوئی نئی چیز لانا۔ کسی نئے خیال کو دُنیا میں لانا

آشکارہ کرنا : واقفیت دینا۔ راز کو کھولنا

بالاتر : سمجھ سے باہر۔ اُوپر

معلم : پڑھانے والا۔ اُستاد

دِل بھر جانا : اُکتا جانا

تخت نشینی : تخت پر بیٹھنا۔ بادشاہ بننا

راس نہ آنا : پسند نہ آنا۔ دل بھر جانا

مفہوم : معنی

عروج : کمال، انتہا تک پہنچنا

فروغ : ترقی

تجربہ گاہ : جہاں تجربات کئے جائیں (لیبارٹری)

قایل کرنا : مان لینا

ذہین : چالاک۔ سمجھ دار

۲......سوالات

۱۔ نیوٹن کہاں پیدا ہوئے؟

۲۔ نیوٹن کے چچا نے اُن کے بارے میں کیا کہا؟

۳۔ ۲۷ سال کی عمر میں نیوٹن کیا بن گیا؟

۴۔ نیوٹن کا تیسرا اصول کیا ہے؟

۵۔ سائنس کو نیوٹن کا سب سے قیمتی تحفہ کیا ہے؟

۶۔ ریاضی کی مشقوں سے نیوٹن کا بنیادی مقصد کیا تھا؟

۷۔ آخری عمر میں نیوٹن کہاں واپس چلا گیا؟

۳ ...... لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے

۴......خالی جگہیں بھریے

۱۔ درختوں سے پھل.................کس نے نہیں دیکھے۔

۲۔ ماں کی دوبارہ شادی پر اس کی.................اس کی دادی نے کی۔

۳۔ ۲۷ سال کی عمر میں ریاضی کا مکمل.................بن گیا۔

۴۔ سائنس کے میدان میں اس کا یہ...........انداز اس کی ذاتی زندگی میں بھی نمایاں تھا۔

۵۔ اب وہ انگلینڈ کی اونچی......................کا ممبر تھا۔

۵......جملوں میں استعمال کریں

زیرِ نظر سبق میں پانچ محاورات تلاش کریں اور انہیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

مثلاً۔راس نہ آنا۔دِل بھر جانا

بُرزہ ہامہ کی تاریخی اہمیت

HTUG01

بُرزہ ہامہ سرینگر کے شمال مشرق میں ۲۰ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ یہ ایک بالائی علاقہ ہے جہاں سے ڈل جھیل کا پورا منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ جگہ کشمیر کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ڈی ٹیرا اور پیٹرسن نامی دو انگریز ماہرین نے یہاں پائے گئے بعض پتھروں سے اندازہ لگایا کہ اس جگہ پر ماضی میں کوئی قدیم بستی آباد رہی ہوگی۔ اس کے بعد مرکزی محکمہ آثارِ قدیمہ نے یہاں زمین کی کھدائی شروع کی۔ پھر کیا تھا، انسان کی تلاش و جستجو نے مٹی کاٹ کر اور زنگ کھرچ کھرچ کر ایسے آثار دریافت کئے، جو ایک

قدیم تہذیب کا پتہ دیتے ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ یہاں قبل تاریخی دور کی بستی آباد رہی ہے، جو اب تک کشمیر کی قدیم ترین دریافت شدہ بستی ہے۔

اس جگہ پر جو آثار ملے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کے لوگ کیسے زندگی گزارتے تھے۔ وہ کس طرح کے گھروں میں رہتے تھے، ان کے گھریلو استعمال کی چیزیں کیسی تھیں۔ آثارِ قدیمہ کے علم نے اس قدیم بستی کی تہذیب کے بارے میں اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ بُرزہامہ کی یہ قدیم تہذیب پتھر کے زمانے کی تہذیب تصور کی جاتی ہے۔ ماہرین نے اس تہذیب کے چار ادوار یا زمانے متعین کیے ہیں۔

بُرزہامہ کے باشندے شروع میں گڑھے نما غاروں میں گزر بسر کرتے تھے۔ یہاں جو گڑھے دریافت ہوئے ہیں، وہ تین سے چار میٹر گہرے اور چار سے پانچ میٹر چوڑے ہیں۔ ان گڑھوں کو نوکیلے پتھروں سے کھودا گیا ہے۔ ان کے دہانے نسبتاً تنگ ہیں۔ بعض گڑھوں میں دیوار کے ساتھ زینے بنے ہوئے ہیں جن کے ذریعے سے لوگ ان میں اُتر جاتے تھے۔ دہانے پر کھمبے گاڑنے کے نشان پائے جاتے ہیں۔ لگتا ہے کہ برف اور بارش سے بچنے اور گڑھوں کو محفوظ رکھنے کے لیے ان پر چھت بنائی جاتی تھی۔ یہ چھت بھوج پتر کی ہوتی تھی۔ گڑھوں کے باہر اَدھ جلے بھوج پتر سے اس کے استعمال کا پتہ چلتا ہے۔ گڑھوں میں راکھ اور کوئلہ دریافت ہوا ہے، جو اس بات کا اشارہ ہے کہ ان میں لوگ رہتے تھے اور چولہا جلاتے تھے۔ ایسے آثار بھی ملے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ گرمیوں میں یہ لوگ گڑھے سے باہر بھی چولہا جلاتے تھے۔ کشمیر کے یہ قدیم باشندے گڑھوں میں شاید اس لیے رہتے تھے کہ موسمِ سرما کی شدید سردی اور برف

باری سے محفوظ رہیں۔ ابتدائی دور میں یہ لوگ مٹی کے برتنوں کا استعمال کرتے تھے۔ یہاں جو برتن دریافت ہوئے ہیں، وہ بے ڈھنگ ہیں۔ سیاہ مائل رنگ کے ان برتنوں کی باہری سطح پر گھاس کی بنی چٹائیوں کے نشانات ہیں۔ ہاتھ سے بنائے گئے ان برتنوں کو سُکھانے کے لیے شاید چٹائی پر رکھا جاتا تھا۔ اس طرح کے برتن شمالی چین اور بلوچستان میں بھی دریافت ہوئے ہیں۔ ابتدائی دور کے یہ باشندے مچھلیوں کا شکار بھی کرتے تھے۔ یہ لوگ ہڈیوں کے آلات تیار کرنے میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ یہاں پر ہڈیوں کے بنے ہوئے مچھلیاں پکڑنے کے کانٹے، سوئیاں، آری، چاقو، زمین کھودنے کے ہتھیار وغیرہ ملے ہیں۔ یہاں پتھر کے اوزار بھی ملے ہیں۔ تانبے سے بنی بعض چیزیں ماہرین کے خیال میں یا تو یہاں چین سے آئی ہیں یا پھر چینی سامان کو دیکھ کر بنائی گئی ہیں۔

اس کے بعد بُرزہامہ کی قدیم بستی کا دوسرا دور آتا ہے۔ اس دور میں لوگ مٹی کے جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ کچی اینٹ کا استعمال بھی کرتے تھے۔ زمین میں کھمبے گاڑنے کے نشانات سے پتہ چلتا ہے کہ لکڑی کا استعمال بھی تعمیری کاری میں ہوتا تھا۔ اب زیرِ زمین گڑھوں میں رہنا لوگوں نے ترک کر دیا تھا۔ ان گڑھوں میں مٹی بھر بھر کے ان کی اُوپری سطح کو ہموار کر دیا گیا تھا۔

اس دور میں مٹی کے برتن چاک پر بنائے جاتے تھے۔ ایک برتن ایسا بھی دریافت ہوا ہے جس کا رنگ سرخ ہے اور جس میں ۹۵۰ نگینے لگے ہوئے ہیں، جس سے اس دور کے لوگوں کی ہُنرمندی کا پتہ چلتا ہے۔ بعض برتنوں پر روغن چڑھا ہوا ہے۔ اندازہ ہے

کہ یہ برتن باہر سے اِدھر پہنچے ہیں۔

پہلے دور میں لوگ مُردوں کا کیا کرتے تھے، اس کا پتہ نہیں چلتا۔ وہ شاید مُردوں کو جلاتے تھے۔ لیکن دوسرے دور میں ایسی قبریں ملی ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ مُردوں کو گھروں کے آنگنوں میں دفن کیا جاتا تھا۔ قبروں میں سے جو ہڈیوں کے ڈھانچے (پنجر) ملے ہیں، ان میں سے چار سجدے کی صورت میں دفن کیے گیے ہیں۔ بعض قبریں ایسی بھی ہیں جن میں سے جانوروں کے پنجر ملے ہیں۔ ہڈیوں کے یہ ڈھانچے کُتے، بھیڑیے اور جنگلی بکری کے ہیں۔ لگتا ہے کہ یا تو لوگ اُنہیں پالتے تھے اور ان کے مرنے یا اُن کی بلّی چڑھانے کے بعد اُنہیں دفناتے تھے یا پھر انہیں باقاعدہ ان ہی گڑھوں میں رکھتے تھے تاکہ یہ بھی سردی اور برف و باراں سے بچ جائیں۔

اس کے بعد بُرزہامہ کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں لوگوں کا رہن سہن قدرے بہتر تھا۔ وہ پتھر یا اینٹ سے بنے چھوٹے گھروں میں رہتے تھے۔ یادگار کے طور پر بڑے پتھر نصب کرتے تھے۔ اس دور کے برتن مقابلتاً خوش نما ہیں۔ چاک پر بنائے گئے اِن برتنوں کی سطح ہموار ہوتی تھی۔

بُرزہامہ کے قدیم باشندے سنگ تراشی کے فن میں بھی کچھ کچھ مہارت رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ اُس پتھر سے ہوتا ہے جو وہاں تالاب میں لگا ہوا ہے۔ اِس پتھر کی دونوں سطحیں ہموار ہیں۔ ایک سطح پر ہرن کے شکار کا منظر کندہ کیا ہوا ہے۔ پتھروں کے علاوہ اس دور کے دھات کے چند اوزار بھی دریافت ہوئے ہیں۔

پتھروں اور ہڈیوں کے آلات، گڑھوں میں گذر بسر کرنا، انسانوں کے ساتھ ساتھ

جانوروں کو بھی دفنا دینے کا رواج اس قبل تاریخی تہذیب کی انفرادیت ہے۔ یہ تہذیب شمالی چین، وسط ایشیا، روس، افغانستان اور ایران میں دریافت ہونے والی ایسی ہی قدیم تہذیبوں سے مشابہت رکھتی ہے۔

بُرزہامہ کے قدیم آثار میں سے بعض اِس وقت کلکتہ کے قومی عجائب گھر (نیشنل میوزیم) میں رکھے گئے ہیں۔ اِن آثار کے ذریعہ سے کشمیر کی قدیم ترین تہذیبی زندگی، لوگوں کے رہن سہن اور دوسرے حالات کا علم ہوتا ہے۔

ا.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
قبل تاریخی دور	:	دو ہزار قبل مسیح کا زمانہ
زیرزمین	:	سطح زمین کے نیچے
بلی چڑھانا	:	قربان کرنا۔صدقہ کرنا
خوشنما	:	خوبصورت
دریافت ہونا	:	معلوم ہونا
مشابہت	:	مُطابقت
قدیم بستی	:	پرانی رہنے کی جگہ
باران	:	بارش
محفوظ	:	حفاظت کے ساتھ
دہانہ	:	مُنہ
نصب کرنا	:	لگانا
کندہ	:	کھودا ہوا بنانا
آثار	:	(اثر کی جمع) نِشانات۔نقوش۔بنیاد
چاک	:	کمہار کا پہیا، جسے چکر دے کر برتن بناتے ہیں
تہذیب	:	آراستگی۔شائستگی۔رہن سہن کا طریقہ
محکمہ آثار قدیمہ	:	پُرانے اور تاریخی آثار کی دیکھ بھال کرنے والا حکومت کا ایک شعبہ
بھوج پتر	:	بھوج درخت کا چھلکا۔قدیم زمانے میں اسے کاغذ کے بجائے استعمال کرتے تھے

عجائب گھر : وہ عمارت جہاں نادر اور قدیم چیزیں دیکھنے کے لیے رکھی جائیں۔ میوزیم

۲......سوالات:

۱۔ بُرزہ ہامہ کہاں پر واقع ہے؟
۲۔ بُرزہ ہامہ میں رہنے والے لوگ کس طرح کے مکانوں میں رہتے تھے؟
۳۔ بُرزہ ہامہ کے لوگ زیرِ زمین گڑھوں میں کیوں رہتے تھے؟

۳......لکھیے:

بُرزہ ہامہ کے بارے میں جو معلومات آپ کو اس سبق سے حاصل ہوئیں، انھیں اپنی زبان میں لکھیے۔

۴......متضاد الفاظ لکھیے:

اس سبق میں لفظ "قدیم" کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی "پُرانا" ہیں اور اس کی ضِد جدید ہے۔ آپ درج ذیل الفاظ کی ضِد یعنی متضاد الفاظ لکھیے:

محفوظ۔ بے ڈھنگ۔ تعمیر۔ ہموار۔ باقاعدہ۔ خوشنما

۵......اس سبق کو ایک بار پھر پڑھ کر اپنے علاقے کی کسی قدیم بستی کے بارے میں ایک صفحہ تحریر کیجیے۔

ہمارا وطن

نہ ہو کیوں ہمیں دل سے پیارا وطن
ہے جنّت کا ٹکڑا ہمارا وطن
سُہانا ہے سُندر ہے سارا وطن
ہمارا وطن، پیارا پیارا وطن

ہیں دریا رواں گیت گاتے ہوئے
پُرانی کہانی سُناتے ہوئے
کہانی ہے سارے کا سارا وطن
ہمارا وطن، پیارا پیارا وطن

یہ سر سبز جنگل لہکتے ہوئے
یہ باغوں کے منظر مہکتے ہوئے
لہکتا مہکتا ہمارا وطن
ہمارا وطن، پیارا پیارا وطن

بہاریں ہیں باغوں پہ چھائی ہوئی
گھٹائیں ہیں کیا رنگ لائی ہوئی
خوشی سے ہے بھرپور سارا وطن
ہمارا وطن، پیارا پیارا وطن

کسی سے نہیں اتنی الفت ہمیں
ہے جتنی وطن سے محبت ہمیں
ہمیں جان و دل سے ہے پیارا وطن
ہمارا وطن، پیارا پیارا وطن

۱......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
رواں	:	بہتا ہوا۔جاری
جان فزا	:	تازگی پیدا کرنے والا۔دل خوش کرنے والا
کِس قدر	:	کتنا۔مقدار
شجر	:	درخت۔پیڑ
خوش نما	:	اچھا دکھائی دینے والا۔خوبصورت لگنے والا
گویا	:	جیسے۔یعنی۔مانند۔
نظارہ	:	منظر۔سماں
لہکتے ہوئے	:	جھومتے ہوئے
الفت	:	محبت۔پیار

۲......سوالات:

۱۔ وطن کو شاعر نے جنت کا ٹکڑا کیوں کہا ہے؟

۲۔ ہمیں اپنے وطن کی خوبصورتی کو قائم رکھنے کے لیے کیا کیا کرنا چاہیے؟

۳۔ شاعر نے وطن سے اپنی محبت کا اظہار کس طرح کیا ہے؟

۴۔ "پہاڑ اس کے ہیں جان فزا کس قدر
شجر اس کے ہیں خوشنما کس قدر" اس شعر کا مطلب لکھیے۔

۳......ان لفظوں کو پڑھیے:

خوش نما۔ جان فزاء

ان دونوں لفظوں میں دو دو لفظ ہیں، ایسے لفظوں کو مرکب الفاظ کہتے ہیں۔

ایسے ہی پانچ الفاظ کتاب میں سے تلاش کر کے لکھیے۔

۴......غور کرنے کی باتیں:

۱۔ ہمارے اس وطن کی خوبصورتی رواں دواں دریاؤں، سرسبز جنگلوں، اَن گنت قسم کے باغوں اور اِن میں پھلوں اور پھولوں، خوشنما جانوروں، قسم قسم کے پیڑ پودوں اور کتنے ہی قسم کے حیوانات کی وجہ سے ہے۔ کیا ہوگا اگر اِن میں سے کوئی قسم نابود ہو جائے؟

۲۔ دریاؤں، جنگلوں، پھلوں، پھولوں اور جانوروں کی بقاء کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

۵......اِس خوبصورت نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

سائنس اور جنگ

HUD8TB

پہلے زمانے میں جنگ میں مخالف فوجوں کی جسمانی طاقت اور پھرتی کا مقابلہ ہوتا تھا۔ اُن کے ہتھیار بھی پرانے طرز کے اور سیدھے سادے ہوتے تھے۔ جیت اُس کی ہوتی تھی جس کی فوج تعداد اور طاقت میں بہتر ہوتی اور ہتھیاروں کو استعمال کرنے کی مشق میں زیادہ ماہر ہوتی۔ لیکن آج کی جنگ جسمانی طاقت اور بہادری سے نہیں جیتی جاتی بلکہ سائنس کے ایجاد کئے ہوئے ہتھیاروں پر مُنحصر ہوتی ہے۔ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ موجودہ دور کی جنگ فوجوں کی جنگ نہیں، سائنس کی جنگ ہے۔ جس ملک کے پاس زیادہ مہلک ہتھیار ہیں وہ دوسرے کو شکست دے سکتا ہے۔

پہلے جنگ کا دائرہ بہت محدود ہوتا تھا۔ اب دنیا کے مختلف ممالک کے فاصلے مٹ چکے ہیں۔ ایک ملک کی لڑائی کا اثر دنیا کے دوسرے ممالِک پر بھی پڑتا ہے۔ اس لیے آج جب کوئی جنگ چھڑتی ہے تو اس کی آگ دو ممالِک کے درمیان ہی نہیں رہتی بلکہ دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اب جنگ کے مورچے صرف میدان میں نہیں بلکہ ہوا اور پانی میں بھی قائم ہوتے ہیں۔ پہلے جنگ کی تباہ کاری اور بربادی میدانِ جنگ یا مخالف ممالِک کی سرحد پر ہوتی تھی لیکن سائنس کے بنائے ہوئے مہلک ہتھیار بے گناہ

عوام کے گھروں، مسجدوں، مندروں، اسکولوں اور اسپتالوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

تلواروں، نیزوں اور تیروں کی لڑائی میں بہت سی انسانی جانیں ختم ہوتی تھیں۔ لیکن بموں کی تباہی اُن سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں گنا زیادہ ہے۔ایک بم کئی میل کے رقبے میں عمارتوں اور انسانی زندگی کو تباہ کرسکتا ہے۔دوسری جنگِ عظیم میں دنیا کے کئی ممالِک شدید بمباری کی وجہ سے تباہ اور برباد ہوئے۔اسی طرح افغانستان اور عراق پر امریکی بمباری سے لاکھوں انسان بے گناہ مارے گئے۔اگر سائنس نے خطرناک بم اور جنگی جہاز اور جنگ کے دوسرے اسلحہ نہ بنائے ہوتے تو اتنے بڑے پیمانے پر تباہی نہ پھیلتی۔

سائنس کی سب سے خطرناک ایجاد ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور مختلف قسم کے تباہ کن میزائیل ہیں۔زہریلی گیسوں کی ایجاد بھی تباہ کُن ہے۔ان بموں اور گیسوں کے اندر چھپی ہوئی طاقت چند سیکنڈ میں تمام دنیا کو تباہ کرسکتی ہے۔جاپان میں ایٹم بم گرنے سے جو تباہی پھیلی تھی، دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔لیکن جدید ایٹم اور ہائیڈروجن بم اور دیگر خطرناک ہتھیار پہلے کے مقابلے میں کئی گنا مہلک اور خطرناک ہیں۔دنیا کے کئی بڑے ممالِک کے پاس اس طرح کے بم ہیں۔ ہر ایک کو دوسرے سے خوف ہے کیونکہ اگر اب کوئی بڑی جنگ ہوئی تو اس میں معمولی بموں کی بجائے خوفناک ہائیڈروجن بموں کا استعمال ہوگا، جس سے تمام دنیا آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں میں بدل جائے گی اور انسانی تہذیب وتمدن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مٹ جائے گی۔اگر تمام

دنیا تباہ نہ بھی ہوئی تو اس کا ایک بڑا حصہ مٹ جائے گا۔ لاکھوں آدمی اپاہج اور بیکار ہوجائیں گے۔ بہت سے ہرے بھرے علاقے تپتے ہوئے ریگستان بن جائیں گے۔

ایٹمی ہتھیاروں کے علاوہ ہمیں ایک بڑا خطرہ یہ بھی ہے کہ جنگ کے مہلک ہتھیاروں میں بیماری کے جراثیم سے بھرے ہوئے بموں کا استعمال بھی شروع ہوسکتا ہے۔ کیونکہ بموں کے ذریعے پھیلائے گئے جراثیم پر قابو پانا ناممکن ہوگا۔ اس کے نتیجے میں جتنی فصلیں، جانور اور انسان مختلف بیماریوں کا شکار ہوں گے، اس کا اندازہ لگانا بھی دُشوار ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ خطرناک جنگی ساز وسامان اور تباہ کن اسلحہ سائنس کی نئی دریافت ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ سائنس کا قصور ہے۔ سائنس تو ہمارے لیے نئی نئی باتوں کا کھوج لگاتی ہے۔ یہ ہمارا کام ہے کہ ان سائنسی دریافتوں کو غلط راستے پر لگائیں یا اچھے کام میں لائیں لیکن یہ بات سو فی صد صحیح ہے کہ اِن سائنسی ایجادات کا غلط استعمال انسان اور انسانیت کے لیے یقیناً نقصان دہ ہوگا۔

١......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
طرز	:	طور۔طریقہ۔انداز
تعداد	:	گنتی۔عدد
مَشق کرنا	:	بار بار کام کرنا۔مہارت حاصل کرنا۔دُہرانا
مہلک	:	ہلاک کرنے والا۔جان لیوا
جنگی ہتھیار	:	میدان جنگ میں استعمال ہونے والے آلات
تباہ کُن	:	برباد کرنے والے
شدید	:	سخت۔مشکل ترین
خوفناک	:	ڈر سے بھرپُور
تہذیب وتمدن	:	طرزِ معاشرت
اپاہج	:	معذُور۔لُولالنگڑا
سوفی صد	:	پُورے کا پورا

٢......سوالات:

١۔ سائنسی جنگ کِسے کہتے ہیں؟

٢۔ اس دور میں جنگ جیتنے کے لیے کون سے ہتھیار استعمال کئے جاسکتے ہیں؟

۳۔ عام ممالک جنگ سے خوف زدہ کیوں ہیں؟

۴۔ ایٹمی ہتھیاروں کا سب سے بڑا خطرہ کیا ہے؟

۵۔ قدیم زمانے میں جنگ کس طرح ہوتی تھی؟

۳......ذیل کے لفظوں کو پڑھیے:

تہذیب وتمدُّن

دیئے ہوئے دوالفاظ کے درمیان ایک ”وَ“ ہے۔

اس کو ”وَ“ عاطفہ کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کو conjunction کہتے ہیں۔ یہ ”وَ“ دولفظوں کو آپس میں ملاتا ہے۔ دراصل اس کا مطلب ”اور“ ہوتا ہے یعنی تہذیب اور تمدُّن۔ اسی انداز پر آپ اُستاد کی مدد سے پانچ نئے الفاظ کے جوڑے لکھیے جن کے درمیان ”وَ“ ہو۔ جیسے: شب وروز، زمین وآسمان وغیرہ۔

۴......غور کرنے کی باتیں

اس مضمون میں کچھ ایسے الفاظ ہیں، جو جمع کے طور پر استعمال ہوئے ہیں، جیسے: جراثیم، ممالک، مورچے، فصلیں، دریافتیں، ایجادات۔ ان کے واحِد بالترتیب یہ ہیں: جرثومہ، ملک، مورچہ، فصل، دریافت، ایجاد۔

غور سے دیکھیے کہ اُردو میں واحِد کی جمع بنانے کے مختلف طریقے موجود ہیں اور کوئی ایک ہی قاعدہ نہیں چلتا۔ جرثومہ سے جراثیم، مورچہ سے مورچے اور ایجاد سے ایجادات اس کی مثالیں ہیں۔

کشمیر کے دِلکش باغات

قاضی گنڈ

۳۰ رمئی ۲۰۱۲ء

پیارے دوست نوید!

تمھارا پیار بھرا خط ملا۔ شکریہ!

یہ جان کر مسّرت ہوئی کہ کشمیر کی دو بڑی جھیلوں یعنی وُلر اور ڈل کے بارے میں جو

معلومات میں نے تمھیں پہلے خط میں لِکھ بھیجی تھیں، وہ تمھیں پسند آئیں۔ تم یہاں آتے تو ان دو مشہور جھیلوں کا خود نظارہ کرتے۔ اِس بار تم نے کشمیر کے باغات کے بارے میں پوچھا ہے۔ ان باغوں کی خوبصورتی بیان سے باہر ہے۔ میں وہ الفاظ کہاں سے لاؤں کہ کشمیر کے حسین و جمیل باغات کی تصویر کھینچ سکوں۔ میں طرح طرح کے پھولوں کے رنگ بتا سکتا ہوں لیکن ان کی خوشبو تمھیں کیسے سنگھاؤں۔ سبزے کے تختوں کا ذکر کر سکتا ہوں لیکن اُن کے مخملیں فرش پر ننگے پیر چلنے کی فرحت بخش کیفیت کیسے محسوس کراؤں۔ چناروں کی گھنی چھاؤں کی تصویر کھینچ سکتا ہوں لیکن اس کی تازگی بخش ٹھنڈک کیسے پہنچاؤں۔ پھر بھی تمہاری خواہش کے مطابق میں یہاں کے خاص خاص باغات کے بارے میں لکھتا ہوں تاکہ جے پور کے گرم موسم میں تم کچھ راحت محسوس کر سکو۔

کشمیر کے زیادہ تر باغات مُغل بادشاہوں نے بنوائے ہیں۔ مُغلوں کا ذوقِ جمال مشہور ہے۔ تاج محل، لال قلعہ اور فتح پور سیکری اِسی ذوقِ جمال کے مظہر ہیں۔ باغوں کا شوق وہ ترکستان اور ایران سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ کشمیر کے قدرتی مناظر اور یہاں کی آب و ہوا نے مُغلوں کے ذوقِ جمال کو اور بھی جلا بخشی۔ کشمیر میں انھوں نے جو باغ تعمیر کیے، وہ ایسی جگہوں پر ہیں کہ مُغلوں کے حُسنِ انتخاب کی داد دینا پڑتی ہے۔ یہاں کے مُغل باغات عام طور پر پہاڑوں کے دامن میں واقع ہیں۔ شالیمار باغ، نشاط باغ اور چشمہ شاہی پہاڑ کے دامن میں جھیل ڈل کے کنارے دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ ان باغوں سے جھیل ڈل کی اور جھیل ڈل سے اُن کی خوبصورتی دوبالا ہوگئی ہے۔

شالیمار باغ اُن باغات میں سب سے پُرانا ہے، جس کی بنیاد مُغل بادشاہ جہانگیر نے ۱۶۱۹ء میں ڈالی۔ اُس کے گیارہ برس بعد شاہجہاں کے دور میں باغ کو وسعت دی گئی اور اس کی زینت کو بڑھایا گیا۔ شالیمار باغ سرینگر سے دس کلومیٹر دور شمال مشرق کی جانب پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے۔ یہ چار برابر برابر طبقات میں منقسم ہے۔ اوپر سے باغ میں ایک ندی داخل ہوتی ہے اور اس کے بیچوں بیچ گزرتے ہوئے نیچے ڈل جھیل سے ملتی ہے۔ اس ندی پر کئی چھوٹی بڑی بارہ دریاں تعمیر کی گئی ہیں۔ اوپری طبقے کے وسط میں سیاہ سنگ مرمر کی جو بارہ دری ہے، اُس میں بادشاہ گرمیوں کے دن گزارتا تھا۔ یہ بارہ دری پچیس تیس فٹ اونچے ایک چبوترے پر بنی ہے۔ اس میں سیاہ سنگ

مرمر کے چھ منقّش ستون ہیں۔ بارہ دری کے اردگرد ایک تالاب ہے جس میں متعدد فوّارے لگے ہیں۔ باقی تین طبقوں میں جو چھوٹی چھوٹی بارہ دریاں ہیں، وہ بھی قابل دید ہیں۔ یہاں سے فوّاروں کا خوبصورت نظارہ بہت ہی سکون بخش محسوس ہوتا ہے۔ ندی کے دونوں طرف مخملیں سبزہ ہے، جس میں مناسب جگہوں پر پھولوں کی کیاریاں لگی ہیں۔ تمھیں معلوم ہوگا کہ لاہور میں بھی ایک باغ شالیمار باغ کے نام سے مشہور ہے، جو ۱۶۳۴ء میں بنا ہے۔ ممکن ہے کہ کشمیر کے شالیمار باغ ہی کے نام پر اُس کا یہ نام پڑا ہے۔

شالیمار باغ سے کچھ ہی فاصلے پر نشاط باغ کے نام سے مُغل دورِ حکومت کی ایک اور یادگار ہے۔ یہ باغ نور جہاں کے بھائی آصف خان نے ۱۶۳۴ء میں بنوایا۔ روایت ہے کہ اس کے بارہ طبقے تھے، لیکن موجودہ صورت میں یہ دس طبقوں پر مشتمل ہے۔ باغ کے بیچوں بیچ تالاب ہیں، جن سے تین فٹ چوڑی نہر نکلتی ہے۔ نشاط باغ کے بالائی طبقے میں ایک بارہ دری ہے، جہاں سے باغ کا پورا منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہاں کئی قدآور سایہ دار چنار ہیں۔ نہر کے دونوں طرف جورَوِشیں ہیں، اُن کے ساتھ ساتھ سَرو اِس طرح قطار میں کھڑے ہیں جیسے سیّاحوں کا استقبال کرتے ہوں۔ اس کے علاوہ دونوں طرف رنگ برنگے پھولوں کی کیاریاں ہیں۔ نشاط باغ میں صبح کا منظر قابل دید ہوتا ہے، جب جھیل ڈل کی لہروں کے ہلکورے اور پرندوں کی چہچہاہٹ دل کو سکون اور ذہن کو تازگی بخشتی ہے۔ پُرانے زمانے میں باغ میں چراغاں کے لیے مٹی کے دیے استعمال ہوتے تھے، لیکن اب اس کے لیے بجلی کے قمقموں کا انتظام ہے۔

چشمہ شاہی جھیل ڈل کے دائیں کنارے سے دو کلومیٹر دور زبروَن پہاڑی کی گود میں واقع ہے۔ یہ باغ شاہجہاں کے دور میں مغل گورنر علی مردان خان نے ۱۶۳۲ء میں بنوایا۔ چشمہ شاہی کے پاس ہی داراشکوہ کا بنوایا ہوا پری محل ہے۔ پری محل کی تعمیر داراشکوہ نے اپنے ایک استاد آخوند مُلّا شاہ کے لیے علم نجوم کے ایک اسکول کی حیثیت سے کی تھی، جہاں وہ ستاروں کی گردش کا مشاہدہ کرتا تھا۔

چشمہ شاہی کا نظارہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مُغل باغات کا حُسن محض ان کی وسعت پر منحصر نہیں، اِس حُسن کا راز باغوں کی ترتیب اور ان کی زیبائش میں بھی پوشیدہ ہے۔ باغ کے بالائی طبقے میں ایک چشمہ کنول کی مانند ایک بڑی چٹان میں سے پھوٹتا ہے۔ چشمے پر ایک بارہ دری ہے، جو افغان دور کی یادگار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کی

بنیاد بہر حال قدیم ہے۔ سامنے پتھروں کا بنا ایک چبوترہ ہے، جس میں فوّارہ لگا ہے۔ باغ کے دوسرے طبقے میں تالاب ہے۔ اس میں بھی فوّارے اُچھلتے رہتے ہیں۔ چشمہ شاہی کا پانی صاف وشفاف اور میٹھا ہے۔ اسے ہاضمے کے لیے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ اسی لیے لوگ یہاں سے بوتلوں میں پانی بھر بھر کے لے جاتے ہیں۔ چشمہ شاہی کو ریاستی حکومت نے اب کافی وسعت دی ہے۔ اس سے آدھ کلومیٹر نیچے پہاڑی کے دامن میں ایک خوبصورت پارک بنائی گئی ہے، جو قدرتی مناظر کے حُسن سے مالا مال ہے۔ اس کے تھوڑے سے فاصلے پر راج بھون کی خوبصورت عمارت ہے، جہاں گرمیوں میں ریاست کے گورنر رہتے ہیں۔

سرینگر سے ۶۵ کلومیٹر دور اننت ناگ کے جنوب مشرق میں ایک قدیم چشمہ ہے۔ ۱۶۲۰ء میں ملکہ نور جہاں نے اس چشمے کے سامنے باغ تعمیر کروایا اور اس کا نام بیگم آباد رکھا۔ یہ باغ اچھ بل کے نام سے مشہور ہے۔ اچھ بل کا باغ دوسرے مُغل باغات کے مقابلے میں چھوٹا ہے لیکن بہت ہی پُر رونق ہے۔ پہاڑ کے دامن میں پھوٹنے والے چشمے کا صاف وشفاف پانی باغ کے تین طبقوں سے تین نہروں کے ذریعہ بہتا ہے۔ ان میں درمیان کی نہر زیادہ کُشادہ ہے۔ نہروں کے دونوں طرف پھولوں کی کیاریاں اور رَوِشیں مُغلوں کی خوش مذاقی کا پتہ دیتی ہیں۔ اُوپری طبقے میں تالاب ہے، جس میں ایک خوشنما آبشار گرتا ہے۔ تالاب میں پتھروں کا ایک چبوترہ بنا ہے، جہاں سے آبشار اور اٹکھیلیاں کرتے ہوئے فوّاروں کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ اچھ بل میں مُغل دور کے بعض چناروں کے علاوہ ایک قدیم حمام کے آثار بھی موجود ہیں۔

ایک اور باغ نسیم باغ کے نام سے مشہور ہے، جوجھیل ڈل کے کنارے واقع ہے۔ یہ باغ ۱۶۳۸ء میں شاہ جہاں نے بنوایا۔ یہ باغ اُونچے اُونچے اور گھنے چناروں کے لیے مشہور ہے۔ یہاں گرمی کے موسم میں بھی ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔ موسم خزاں میں چنار کے پتے سُرخ ہو جاتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہو۔ یہ منظر دیکھنے کے لایق ہوتا ہے۔ نسیم باغ میں اس وقت کشمیر یونیورسٹی کی عمارتیں ہیں لیکن اس کے پاس ہی ڈل کے کنارے پر ایک خوبصورت پارک بنائی گئی ہے۔ یہاں قریب ہی حضرت بل کی مشہور درگاہ بھی ہے۔

اِن کے علاوہ بھی کشمیر میں کئی باغات ہیں، جو خوبصورتی اور دلکشی میں کسی طرح کم نہیں ہیں۔ ویری ناگ اور کوکرناگ کے باغ ان میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ

دونوں باغ پہاڑ کے دامن میں پھوٹنے والے چشموں کے سامنے بنے ہیں۔ ویری ناگ بہت ہی قدیم ہے اور مُغل باغات سے مشابہت رکھتا ہے۔ ککرناگ کا پانی گرمیوں میں اس قدر ٹھنڈا ہوتا ہے جیسے برف۔ یہاں ایک کشادہ پارک بنائی گئی ہے جس میں مقامی اور بیرونی سیّاحوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

کشمیر کے باغات اپنی خوبصورتی کی وجہ سے انتہائی پُرکشش ہیں۔ دنیا کے کونے کونے سے یہاں سیّاح آتے ہیں اور قدرتی حُسن اور اِنسان کے ذوقِ جمال دونوں کی داد دیتے ہیں۔ ان باغات کی وجہ سے جنّتِ بے نظیر کشمیر کی خوبصورتی دوبالا ہوگئی ہے۔ کشمیر کے قدرتی مناظر، یہاں کی برف پوش پہاڑیاں، اُچھلتی کودتی ندیاں اور سرسبز میدان یوں تو سال بھر سیّاحوں کے لیے باعث کشش ہیں، لیکن ان باغات کی سیر کے لیے اپریل سے اکتوبر تک کا عرصہ زیادہ مناسب ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس سال تم یہاں ضرور آؤ گے اور گرمیوں کی چھٹیاں یہیں گزارو گے۔ میں تمھیں کشمیر کے صحت افزا مقامات کے ساتھ ساتھ ان باغوں کی سیر بھی کراؤں گا۔

خدا تمھیں سلامت رکھے۔

تمہارا دوست

یاور حیات

۱.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
مسّرت	:	خوشی
معلومات	:	جانکاری، واقفیت
بیان سے باہر ہونا	:	جس کا بیان ممکن نہ ہو
حسین و جمیل	:	بہت ہی خوبصورت
مخملیں فرش	:	مخمل جیسا فرش۔ سبزہ
فرحت بخش	:	خوشی دینے والا
کیفیت	:	حالت۔ رونق۔ لطف
ذوقِ جمال	:	خوبصورتی کا شوق۔ خوش مذاقی
مظہر	:	ظاہر ہونے کی جگہ
جِلا	:	چمک
حُسنِ انتخاب	:	عمدہ پسند
داد	:	تعریف۔ انصاف۔ عدل، واہ واہ
دعوتِ نظارہ	:	دیکھنے کا بُلاوا
دوبالا ہونا	:	دُگنا، دوچند
وُسعت	:	پھیلاؤ۔ کُشادگی۔ گنجایش

زینت	:	خوبصورتی۔زیبائش
منقسم	:	تقسیم کیا گیا۔بانٹا ہوا
وسط	:	درمیان
متعدد	:	بہت۔کئی ایک
یادگار	:	نشانی۔علامت۔آثار
بارہ دری	:	بارہ دروازوں والا مکان
رَوِش	:	باغ کی پٹری۔طور۔وضع
قابلِ دید	:	دیکھنے کے قابل
قمقمے	:	بجلی کے بلب
علمِ نجوم	:	ستاروں کا علم
منحصر ہونا	:	دارومدار ہونا۔وابستہ ہونا۔متعلق ہونا
مالامال ہونا	:	دولت مند ہونا۔لبریز ہونا۔بھرا ہوا
اٹکھیلیاں کرنا	:	نازونخرہ کرنا۔شوخی بھری چال سے چلنا
حمام	:	گرمابہ،نہانے کی وہ جگہ جہاں گرم پانی میّسر ہو
تانتا بندھ جانا	:	آمدورفت کا سلسلہ جاری ہونا۔بھیڑ ہونا

۲......سوالات:

ا۔ کشمیر کے مُغل باغات کی دلکشی کا راز کیا ہے؟

۲۔ کشمیر کے کسی ایک باغ کا تذکرہ اپنے لفظوں میں کیجیے؟
۳۔ کشمیر کی خوبصورتی کو برقرار رکھنے کے لیے ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟
۴۔مکتوب نگار نے باغات کی تصویر کھینچنے میں کس طرح کی معذوری ظاہر کی ہے؟

۳...... درجِ ذیل محاورات کے معنی معلوم کیجیے اور جملوں میں استعمال کیجیے:

۱) دوبالا ہونا
۲) مالا مال ہونا
۳) بیان سے باہر ہونا
۴) باغ باغ ہونا
۵) تانتا بندھ جانا
۶) اپنی مثال آپ ہونا

۴......خالی جگہوں کو مُناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

۱) تاج محل، لال قلعہ، فتح پور سیکری اسی .... کے مظہر ہیں۔
۲) ان باغوں سے جھیل ڈل کی اور جھیل ڈل سے ان کی خوبصورتی ...... ہوگئی ہے۔
۳) ندی کے دونوں طرف .... سبزہ ہے۔
۴) چشمہ شاہی کے پاس ہی .... کا بنایا ہوا پری محل ہے۔
۵) دُنیا کے کونے کونے سے یہاں سیّاح آتے ہیں اور قدرتی حسن اور .... دونوں کی داد دیتے ہیں۔

آدمی نامہ

HUVZHL

دُنیا میں بادشہ ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
اور مفلس و گدا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
زردار و بے نوا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
نعمت جو کھا رہا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں
بنتے ہیں آدمی ہی امام اور خُطبہ خواں
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآن و نماز یاں
اور آدمی ہی اُن کی چُراتے ہیں جوتیاں
جو اُن کو تاڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی پہ جان کو وارے ہے آدمی
اور آدمی پہ تیغ کو مارے ہے آدمی
پگڑی بھی آدمی کی اُتارے ہے آدمی
چِلّا کے، آدمی کو پُکارے ہے آدمی
اور سُن کے دوڑتا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

بیٹھے ہیں آدمی ہی دُکانیں لگا لگا
کہتا ہے کوئی لو، کوئی کہتا ہے لارے لا
اور آدمی ہی پھرتے ہیں رکھ سر پر خوانچہ
کس طرح سے بیچے ہیں چیزیں بنا بنا
اور مول لے رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہے لعل و جواہر سے بے بہا
اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہے ہوگیا
کالا بھی آدمی ہے کہ اُلٹا ہے جوں توا
گورا بھی آدمی ہے کہ ٹکڑا سا چاند کا
اور سب میں جو بُرا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

اشراف اور کمینے سے لے شاہ تا وزیر
ہیں آدمی ہی صاحبِ عزت بھی اور حقیر
یاں آدمی مُرید ہیں اور آدمی ہی پیر
اچھا بھی آدمی ہی کہاتا ہے اے نظیرؔ
بدشکل و بدنما ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

(نظیرؔ اکبرآبادی)

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
مفلس	:	غریب۔نادار
گدا	:	بھیک مانگنے والا۔ بھکاری
زردار	:	دولت مند۔امیر۔غنی۔مال دار
بےنوا	:	غریب
نعمت	:	خدا کی دی ہوئی اچھی چیز
خوانچا	:	سر پر رکھا جانے والا بڑا تھال یا سینی جس میں بیچنے کی چیزیں ہوتی ہیں
جان کو وارنا	:	جان نچھاور کرنا۔جان صدقے کرنا۔جان قربان کرنا
پگڑی اُتارنا	:	بےعزت کرنا
بے بہا	:	قیمتی۔مہنگا
بدتر	:	زیادہ بُرا۔زیادہ خراب
بدنُما	:	بُرا دکھائی دینے والا
چاند کا ٹکڑا	:	بہت خوبصورت۔بہت حسین
خطبہ خواں	:	خطبہ پڑھنے والا
اشراف	:	شریف کی جمع۔نیک

حقیر	:	چھوٹا۔ادنیٰ۔کمتر۔بے وقعت
کہاتا ہے	:	کہلاتا ہے

۲......سوالات:

۱۔اس نظم میں آدمی کی متضاد خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں۔تلاش کر کے متضاد لفظ لکھیے مثلاً
بادشاہ (بادشہ): مفلس۔گدا۔

۲۔نظم کے دوسرے بند میں سماج کے کس طبقے کا بیان کیا گیا ہے؟

۳۔نظم کا عنوان ''آدمی نامہ'' کیوں رکھا گیا ہے؟

۴۔شاعر نے کالے آدمی کو اُلٹے توے سے تشبیہہ دی ہے۔بتایئے گورے آدمی کو کس چیز سے تشبیہہ دی گئی ہے؟

۳......یاد کیجیے:

اس نظم میں ہر چار مصرعوں کے بعد ایک مصرعہ رکھا گیا ہے اور اس طرح پوری نظم کو پانچ پانچ مصرعوں میں ترتیب دیا گیا ہے۔ایسی نظم کو مخمس کہا جاتا ہے یعنی وہ نظم جِس کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مُشتمل ہو۔

HV5VY9

اولمپک کھیل

آپ نے اولمپک کھیلوں کا نام سُنا ہوگا۔ ان کھیلوں میں دُنیا کے بہترین کھلاڑی حصّہ لیتے ہیں۔ آئیے! ہم آپ کو ان کھیلوں کے بارے میں بتائیں۔ ''اولمپک'' یونانی لفظ اولمپیا سے بنا ہے۔ یونان کی ایک وادی کا نام اولمپیا ہے، جس میں دریائے ایفوں بہتا ہے۔ یہ وادی بے حد خوبصورت اور کُشادہ ہے۔

ایک روایت کے مطابق پہلا اولمپک مقابلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے ۱۲۵۳ سال پہلے ہرکؤلیز نے شروع کیا۔ اس روایت کی کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں ہے، بلکہ تاریخی اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ مقابلے ۸۸۴ ق-م (قبل مسیح) میں شروع

ہوئے اور پھر یہ مقابلے جاری رہے اور ۷۷۶ ق-م سے ہر چار سال کے بعد یہ کھیل پابندی کے ساتھ ہونے لگے۔ اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ اولمپک مقابلے ایک مہینے تک برابر ہوتے رہتے تھے۔ جو لوگ ان مقابلوں میں حصہ لیتے تھے، اُنھیں بڑی محنت سے تربیت دی جاتی تھی۔ اُس زمانے میں عورتوں کو ان مقابلوں میں شرکت کی اجازت نہ تھی۔

اولمپک میں جو لوگ تین مقابلوں میں اوّل آتے، اُن کے مجسمے بنا کر اولمپیا میں نصب کر دیے جاتے تھے اور جب یہ لوگ اپنے شہر جاتے تو عام دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ اُن کے لیے شہر پناہ کی دیوار کو توڑ کر راستہ بنایا جاتا تھا۔ کھلاڑیوں کے ساتھ بہت بڑی بھیڑ بھی ہوتی تھی۔

اولمپک کھیل تہوار کے طور پر منعقد ہوتے تھے۔ ان کے شروع ہونے سے پہلے ڈھنڈورچی تمام یونان میں اعلان کرتے کہ اولمپیا کے مقابلے ہونے والے ہیں۔ اس زمانے میں آپس کے جھگڑے اور لڑائیاں روک دی جاتی تھیں۔ اعلان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ملک کے ہر گوشے سے لوگ بے خوف و خطر مقابلوں میں شرکت کے لیے آسکیں۔

ان مقابلوں میں عورتوں، غلاموں اور غیر یونانیوں کو حصّہ لینے کی اجازت نہ تھی۔ حصّہ لینے والوں کے لیے یہ شرط تھی کہ اُنھوں نے کوئی جُرم نہ کیا ہو۔ اُن کے اعمال اچھے اور پاکیزہ ہوں، اُنھوں نے کم سے کم دس مہینے مقابلے کی تیاری کی ہو اور آخری مہینہ اولمپیا میں گزارا ہو۔ مقابلے سے پہلے کھلاڑیوں کا معائنہ ہوتا اور وہ کھیلوں میں دیانت

داری سے حصّہ لینے کا عہد کرتے۔ ان لوگوں کی بڑی عزت کی جاتی۔ شاعر اُن پر نظمیں لکھتے، سنگ تراش اُن کے مجسمے بناتے، عوام جلوس نکالتے اور یہ کھلاڑی ملک کے بہترین فرزند کہے جاتے۔ زیتون کی پتیوں کا تاج بنا کر اُن کے سروں پر رکھا جاتا۔ یہ یونانیوں کے نزدیک سب سے بڑا اعزاز تھا۔

یونانی اولمپک کھیلوں کا یہ سلسلہ ۳۹۴ء تک جاری رہا۔ پھر یہ مقابلے بند ہو گئے اور اولمپیا کے میدان میں سناٹا چھا گیا۔ کھیلوں کا یہ سلسلہ پندرہ سو سال تک بند رہا۔ انیسویں صدی کے آخر میں ایک فرانسیسی نوجوان 'کوبے تین' نے اولمپک کھیلوں کو پھر سے شروع کرنے کی تحریک شروع کی۔ اُس کا خیال تھا کہ دماغ کے ساتھ جسم کی نشوونما بھی ضروری ہے۔ وہ خود اولمپیا گیا اور وہاں اُس کو خیال آیا کہ کیوں نہ کھیلوں کے مقابلے بین الاقوامی سطح پر شروع کیے جائیں۔ اُس نے ۱۸۹۴ء میں دنیا بھر کے کھیل کود کے نمائندوں کو دعوت دی۔ یہ جلسہ بہت کامیاب ہوا اور سب نے تائید کی کہ اولمپک کھیلوں کو پھر سے شروع کیا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے یونان کے شہر ایتھنز کا انتخاب ہوا اور ۶/ اپریل ۱۸۹۶ء کو پھر سے اولمپک کے کھیل شروع ہو گئے۔ اولمپک کھیلوں کی تاریخ میں 'کوبے تین' کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

۱۸۹۶ء میں جب اولمپک کھیل دوبارہ شروع ہوئے تو صرف تیرہ ملکوں کے کھلاری شریک ہوئے۔ اب یہ کھیل ہر چوتھے سال ہونے لگے اور ان کی مقبولیت برابر بڑھتی چلی گئی۔ ۱۹۰۸ء کے کھیلوں تک اولمپک کھیل دنیا بھر میں مشہور ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۲ء میں جب سویڈن کے دارالخلافہ اسٹاک ہوم میں اولمپک کھیل ہوئے تو اُن میں

تمام برّ اعظموں کے لگ بھگ ڈھائی ہزار کھلاڑیوں نے حصّہ لیا۔ ان میں ستاون عورتیں بھی شامل تھیں۔

پھر تو جنگ عظیم کے زمانے کو چھوڑ کر ہر چار سال کے بعد مختلف ملکوں میں کھیلوں کا یہ بین الاقوامی مقابلہ اولمپیائی کھیلوں کے نام سے ہوتا رہا ہے۔ اس کے انتظام کے لیے اعلیٰ سطح کی ایک بین الاقوامی کمیٹی ہے، جس میں حصّہ لینے والے مختلف ملکوں کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کھیلوں کی تیاری پہلے سے شروع ہو جاتی ہے اور ہر ملک میں قومی مقابلوں کے ذریعے اچھے کھلاڑیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ ۱۹۲۸ء کے اولمپیائی مقابلے ہندوستان میں کھیلوں کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان میں ہندوستان نے ہاکی میں پہلی بار سونے کا عالمی تمغہ حاصل کیا تھا۔

دوسری جنگ عظیم میں پھر یہ کھیل نہ ہو سکے، لیکن جنگ ختم ہونے کے بعد ۱۹۴۸ء میں لندن میں اولمپیائی مقابلے ہوئے جن میں ایک سو بائیس ملکوں کے دس ہزار کھلاڑیوں نے حصّہ لیا۔

ان مقابلوں کی اپنی شان ہے۔ اولمپک کھیل شروع ہونے سے پہلے جب کھلاڑی قدم سے قدم ملا کر اسٹیڈیم میں چلتے ہیں تو سب سے آگے یونان کے کھلاڑی ہوتے ہیں۔ اس کے بعد حروف تہجی کے اعتبار سے دوسرے ملکوں کے کھلاڑی ہوتے ہیں۔ میزبان ملک کے کھلاڑیوں کا دستہ آخر میں ہوتا ہے۔ اس موقع پر بے شُمار کبوتر چھوڑے جاتے ہیں اور پھر سب کی نظریں اُس کھلاڑی پر پڑتی ہیں جو اولمپک کی مشعل لے کر اسٹیڈیم میں داخل ہوتا ہے۔ یہ مشعل سب سے پہلے اولمپیا میں سورج کی کرنوں

سے روشن کی جاتی ہے۔ اسے ایک کے بعد ایک کھلاڑی دوسرے کو دیتا ہوا اُس ملک کی طرف بڑھتا ہے، جہاں اس سال کے اولمپک کھیل ہوتے ہیں اور اس طرح یہ مشعل ملکوں ملکوں اور شہروں شہروں ہوتی ہوئی وہاں پہنچتی ہے جہاں کھیلوں کے لیے سب لوگ جمع ہوتے ہیں۔ جب تک کھیل جاری رہتے ہیں، یہ مشعل جلتی رہتی ہے اور کھیلوں کے ختم ہونے پر اسے بُجھا دیا جاتا ہے اور اسی وقت اگلے اولمپک کھیلوں کے ملک اور شہر کا اعلان بھی کر دیا جاتا ہے۔

اولمپیائی کھیلوں کا اپنا جھنڈا ہے۔ اس کی زمین سفید ہے جو امن کی نشانی ہے۔ سفید زمین پر نیلے، پیلے، کالے، سبز اور لال رنگوں کے پانچ دائرے ہیں، جو ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں۔ دائرے پانچ براعظموں کی علامت ہیں۔ ایشیا، آسٹریلیا، یورپ، شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ۔ لیکن اب یہ دائرے بین الاقوامی برادری کا نشان ہیں۔ ان پانچ رنگوں میں ہر قومی جھنڈے کا کوئی نہ کوئی رنگ شامل ہے۔ یوں یہ دائرے تمام ملکوں کے میل جول کو ظاہر کرتے ہیں۔

اولمپک کا موٹو (moto) لاطینی زبان میں ہے جس کے معنی ہیں ''اور تیز اور اونچا اور مضبوط'' جو کھلاڑی کو تمام تر قوت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔

کھیلوں کی اہم بات محض جیتنا نہیں، بلکہ ان میں حصّہ لینا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کھیل کو کھیل کے جذبے کے ساتھ کھیلنا چاہیے۔ کھیلوں میں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہارنے والا اگرچہ مقابلے میں ہار جاتا ہے لیکن لوگوں کا دل جیتنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ا.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
روایت	:	بیان، وہ خیالات اور طور طریقے جو پہلے سے چلے آرہے ہیں
شہادت	:	ثبوت۔گواہی
حضرت عیسیٰؑ	:	پیغمبر کا نام، جن کے ماننے والے عیسائی کہلاتے ہیں
قبل مسیح	:	(ق۔م) حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے پہلے
دستور	:	قاعدہ۔رواج۔طور طریقہ
مجسمہ	:	بُت۔مورتی
نصب کرنا	:	کھڑا کرنا۔لگانا۔قائم کرنا
شہر پناہ	:	شہر کی چاردیواری۔فصیل
ڈھنڈورچی	:	ڈھول پیٹ کر اعلان کرنے والا
بے خوف وخطر	:	ڈر اور خطرہ کے بغیر
غیر یونانی	:	جو یونان کے باشندے نہ ہوں
اعمال	:	عمل کی جمع۔کام
سنگ تراش	:	پتھروں کو کاٹنے والا۔پتھروں کے مجسمے بنانے والا
اعزاز	:	عزّت
نشوونما	:	ترقی

تائید کرنا	:	حمایت کرنا
مقبولیت	:	شہرت
دارُالخلافہ	:	راجدھانی۔حکومت کا صدر مقام
برِّاعظم	:	خشکی کا وہ بڑا حصّہ جس میں بہت سے ملک ہوں
جنگِ عظیم	:	دو بڑی عالمی جنگیں
بین الاقوامی	:	مختلف قوموں کے درمیان
میزبان	:	وہ شخص جس کے یہاں مہمان آئے
کھلاڑیوں کا دستہ	:	کھلاڑیوں کی جماعت۔کھلاڑیوں کا گروہ
علامت	:	نشان۔اشارہ
موٹو	:	مقصد،نصب العین
لاطینی زبان	:	قدیم روما کی زبان۔رومی زبان
آمادہ کرنا	:	رضامند کرنا۔تیار کرنا

۲......سوالات

۱۔ اولمپک لفظ کی شروعات کیسے ہوئیں؟

۲۔ سب سے پہلے اولمپک کھیل کہاں کھیلے گئے؟

۳۔ پہلے زمانے میں یونان میں اولمپک کھیل کب تک جاری رہے؟

۴۔ ۱۸۹۴ء میں کس فرانسیسی نوجوان نے اولمپک کھیلوں کو پھر سے شروع کرانے کی کوشش کی؟

۵۔ عورتوں نے اولمپک کھیلوں میں کب سے حصّہ لینا شروع کیا؟

۳......پڑھیے، سمجھیے اور کیجیے:

(ا) واحد کی جمع بتائیے:

علم = ... عمل = ...

جسم = ... موقع = ...

شریک = ... ملک = ...

(ب) 'دار' لگا کر لفظ بنائیے:

ایمان = ... دیانت = ...

سمجھ = ... دین = ...

(ج) 'مند' جوڑ کر لفظ بنائیے:

صحت = ... فائدہ = ...

دولت = ... عقل = ...

۴۔ 'اولمپک کھیل' کے عنوان پر ایک سو الفاظ کا مضمون اپنے لفظوں میں قلمبند کیجیے۔

اظہارِ تشکّر

اس کتاب کی تیاری کے لیے بورڈ آف اسکول ایجوکیشن کی ریسرچ وِنگ نے کئی ورک شاپ منعقد کئے جن میں درج ذیل خواتین و حضرات نے شرکت فرمائی۔ میں بورڈ آف اسکول ایجوکیشن کی طرف سے ان سب کا شکر گذار ہوں :

ڈاکٹر عبدالرشید خان
(ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈگری کالج بیروہ)

ڈاکٹر جوہر قدوسی
(ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج پانپور)

پروفیسر اسد اللہ وانی
پروفیسر شعبہ اُردو، جموں یونیورسٹی

ڈاکٹر عبدالحق نعیمی
اسسٹنٹ پروفیسر، ڈگری کالج تھنہ منڈی

ڈاکٹر غلام نبی حلیم
(ماسٹر گورنمنٹ ہائر اسکینڈری خانصاحب، بڈگام)

محترمہ نزہت شاہ
(سابقہ اکیڈیمک آفیسر بورڈ آف اسکول ایجوکیشن)

جناب ساسا رام
(لیکچرار گورنمنٹ ہائر سکینڈری سکول مبارک منڈی جموں)

جناب عبدالاحد پرے
(ریٹائرڈ ماسٹر جے۔کے۔ایس۔سی۔ای۔آر۔ٹی)

میں مندرجہ ذیل ماہرین کا بھی مشکور ہوں جو اس کتاب کی تجزیہ کمیٹی 2024 میں شامل تھے۔

تجزیہ کمیٹی (2024)

۱۔ ڈاکٹر کوشل کرن، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج، بشناہ، جموں

۲۔ ڈاکٹر جے وردھن، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج (ومن) پریڈ، جموں

۳۔ ڈاکٹر اپفان علی، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج، ریاسی، جموں

۴۔ ڈاکٹر بلبیر، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج (ومن) گاندھی نگر، جموں

۵۔ ڈاکٹر وجے کمار، سینئر لیکچرر، گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول، جھلا کھا محلّہ، جموں

پروفیسر سدھیر سنگھ
ڈائریکٹر اکیڈمکس
جموں وکشمیر بورڈ آف اسکول ایجوکیشن